ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اگست 2018ء - ذوالقعدة 1439ھ (جلد 15 شمارہ 11)

جلد 15 شمارہ 11

اگست 2018ء - ذوالقعدۃ 1439ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس　مفتی محمد ناصر　مولانا طارق محمود

فی شمارہ........ 25 روپے
سالانہ........ 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
چوہدری طارق محمود بابر
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.................مختلف قوتوں کی باہمی کشمکش.........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط 166)... مومنوں کا ولی، اللہ اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں... // // 6

درسِ حدیث ...بحالتِ ایمان فوت ہونے پر شفاعتِ نبی کا حصول (قسط 7)...// // 14

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

باجماعت نماز کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف...................مفتی محمد رضوان 21

افادات وملفوظات..// // 26

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی...ادارہ 38

ماہِ رجب: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...........مولانا طارق محمود 40

علم کے مینار:...امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور ان کے مختصر حالات (حصہ سوم)....مفتی غلام بلال 42

تذکرۂ اولیاء:..........حُکّام کی حیثیت اور اُن کے فرائض...........مفتی محمد ناصر 48

پیارے بچو!...بچپن وکم عمری میں بولنے والے بچے (چھٹی وآخری قسط)...مولانا محمد ریحان 51

بزمِ خواتین ...مرد وعورت میں عدل یا مساوات.......................مفتی طلحہ مدثر 53

آپ کے دینی مسائل کا حل...... معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے
کا حکم (دوسری وآخری قسط)..ادارہ 60

کیاآپ جانتے ہیں؟... کھانا پکانے (Cooking) کے آداب (قسط 1)....مفتی محمد رضوان 75

عبرت کدہ .... حضرت موسیٰ کی دعاؤں کی قبولیت.........مولانا طارق محمود 79

طب وصحت.........نبی علیہ السلام کا عرق الکلیہ (کوکھ) کی تکلیف میں
مبتلا ہونا...حکیم مفتی محمد ناصر 84

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.........................// // 88

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

مختلف قوتوں کی باہمی کشمکش

قیامِ پاکستان کے آغاز سے لے کراب تک وطنِ عزیز میں موجود بڑی قوتوں بالخصوص جمہوری اور غیر جمہوری قوتوں میں صحیح ہم آہنگی اور باہمی تعاون کی فضا قائم نہیں ہوسکی، جس کے نتیجہ میں ان قوتوں میں کشمکش اور رسہ کشی جاری رہی، اوراس سے وطنِ عزیز کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔

یوں تو ہمارے یہاں ہمیشہ سے جمہوری قوتوں پر غیر جمہوری قوتوں اور اسٹیبلشمنٹ (Establishment) کا اثرورسوخ اور غلبہ رہا ہے، اور جمہوری قوتوں کو کام کرنے کے لیے آزادانہ ماحول کم ہی میسر آیا، لیکن دوسری طرف کئی جمہوری قوتوں کا کردار بھی مایوس کن رہا، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ جمہوری قوتوں کو کمزور اور زیر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً دوسری جمہوری قوتیں بھی استعمال ہوئیں، تو بے جا نہ ہوگا۔

وقتی طور پر دوسرے کے ہاتھوں استعمال ہونے والی جمہوری قوتوں نے اس وقت اپنے وقتی وعارضی مفاد یعنی مال یا جاہ کے سبز باغ کے حصول کو تو پیشِ نظر رکھا، لیکن انہوں نے عام اجتماعی اور ملی وملکی مفاد پر نظر نہیں کی، نہ ہی آئندہ آنے والے دور میں اپنے متعلق غور کیا کہ کل ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوسکتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض جمہوری قوتیں نادانستہ یا دانستہ طریقہ پر ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوتی رہیں، اور بعد میں خود بھی دوسرے کے لیے کھودے ہوئے گڑھے میں گرتی رہیں۔

نیز وقتاً فوقتاً بعض غیر جمہوری قوتوں نے نہ صرف یہ کہ جمہوری وسیاسی استحکام کے مضبوط ہونے میں رکاوٹ ڈالی، اسی کے ساتھ سیاسی شعبوں کے علاوہ دوسرے شعبوں میں بھی اپنے اثرورسوخ کو قائم رکھا، اور عوام میں بھی صحیح سیاسی وجمہوری شعور پیدا نہیں ہونے دیا گیا، بلکہ درپردہ سیاست وجمہوریت کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے اختیار کیے گئے۔

غرضیکہ جمہوری وغیر جمہوری اور سیاسی وغیر سیاسی قوتوں کی باہمی رسہ کشی اور باہمی کشمکش ملک کے

لیے سخت تباہ کن ثابت ہوئی، اوراس طرح وطنِ عزیز کا اجتماعی نظام اورڈھانچہ مضبوط نہ ہوسکا، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملک اندھیروں میں گھرتا چلا گیا، نہ جمہوری وسیاسی نظام کو استحکام حاصل ہوا، نہ ملکی معیشت مضبوط ہوسکی، نہ ملک کی معاشرتی وتمدنی زندگی میں ترقی ہوئی، اور نہ ہی مطلوبہ اتحادواتفاق حاصل ہوسکا، اور وطنِ عزیز میں فساد پیدا کرنے بلکہ وطن کو تقسیم وٹکڑے کرنے والے عناصر نے زور پکڑا، جس سے آج تک ہم نجات نہیں پاسکے، اورتا حال اس سے نجات کی فضا بھی سازگار نظر نہیں آتی۔ اس قسم کی باہمی رسہ کشی اور فتنہ وفسادات کی بنیادی وجہ مال وزَر اور منصب وعہدوں اور ناجائز اختیارات کی محبت اور جنگ ہے۔

اگر جمہوری وغیر جمہوری قوتوں کو ملک وملت سے صحیح ہمدردی اور خیر خواہی ہے، تو ملک کی تمام قوتوں اور تمام شعبوں سے وابستہ افراد، اور رجالِ کار کو اپنی اپنی حدود میں رہ کر ملک وملت کے لیے اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ کام کرنا چاہئے، اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے، اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہئے، اور ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کے بجائے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہیے۔

البتہ کسی دوسرے شعبہ میں کوئی قابلِ اصلاح بات نظر ئے، تو اس کو بغرضِ اصلاح متوجہ کرنا چاہئے، اور اس کی وجہ سے مخالفت برائے مخالفت اور دوسرے کی تحقیر وتذلیل کے طرزِ عمل کو اختیار نہیں کرنا چاہئے، اسلام کی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے، اور اسی میں ہم سب کی بھلائی اور خیر مضمر ہے۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ جَائِعَانِ فِي غَنَمٍ افْتَرَقَتْ، أَحَدُهُمَا فِي أَوَّلِهَا، وَالْآخَرُ فِي آخِرِهَا بِأَسْرَعَ فَسَادًا مِنِ امْرِءٍ فِي دِينِهِ يُحِبُّ شَرَفَ الدُّنْيَا وَمَالَهَا

(مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ٦٤٤٩) [1]

ترجمہ: دو بھوکے نقصان پہنچانے والے بھیڑیئے جو بکریوں کے کسی ریوڑ میں اس طرح گھس کر فساد پیدا کریں کہ ایک بھیڑیا اس ریوڑ کے شروع والے حصہ میں ہو، اور ایک آخر والے حصہ میں ہو، ان بھیڑیوں سے زیادہ دنیا کی بڑائی اور مال کی محبت آدمی کے دین میں فساد پیدا کرتی ہے (مسند ابی یعلیٰ)

---

[1] قال حسین سلیم أسد: إسنادہ حسن (حاشیۃ ابی یعلیٰ)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

سَیُصِیبُ أُمَّتِی دَاءُ الْأُمَمِ فَقَالُوا :یَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ : الْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَاجُشُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ حَتَّى يَكُونَ الْبَغْيُ(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۳۱۱) [1]

ترجمہ: عنقریب میری امت میں دوسری امتوں کا مرض پہنچے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ دوسری امتوں کا مرض کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعمت کی ناشکری، اور اتراہٹ اور مال کو کثرت سے جمع کرنا اور دنیا میں ایک دوسرے سے کینہ اور بغض اور حسد رکھنا، یہاں تک کہ ان میں بغاوت (اور ایک دوسرے کے خلاف باہمی رسہ کشی اور قتل وغارت گری) پیدا ہو جائے گی (حاکم)

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۹۱۸، باب فی النَّصیحۃ) [2]

ترجمہ: مومن، مومن کا آئینہ ہے، اور مومن، مومن کا بھائی ہے، ایک مومن دوسرے مومن کو نقصان سے بچاتا ہے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی (اہل وعیال اور دوسری چیزوں کی) حفاظت کرتا ہے (ابوداؤد)

اگر ہم اسلام کی سنہری تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، تو ہم اپنے ملک وملت سمیت تمام اقوامِ عالم سے نہ صرف یہ کہ آگے بڑھ سکتے ہیں، بلکہ ان کی امامت وقیادت کر سکتے ہیں، اور ان تعلیمات کو نظر انداز کر کے اور سابقہ روش پر چل کر، اللہ نہ کرے کہ ایک دن سب کچھ ہی تباہ نہ ہو جائے۔

اللہ ہمیں اس دن سے محفوظ رکھے، اور ہمارے ملک وملت اور اہلِ وطن کی جان ومال اور عزت وآبرو سب کی حفاظت فرمائے، اور ہم سب کو ایک قوت بن کر اپنے ملک وملت کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

[1] قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

[2] قال شعیب الارنوؤط: إسناده حسن (حاشیة سنن ابی داؤد)

(سورہ بقرہ:قسط نمبر166،آیت نمبر257)　مفتی محمد رضوان

مومنوں کا ولی، اللہ اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــــــــــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَـهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٥٧)

ترجمہ: اللہ، ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، نکالتا ہے وہ ان کو، ظلمتوں سے نور کی طرف، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے ولی طاغوت ہیں، نکالتے ہیں وہ ان کو، نور سے ظلمتوں کی طرف، یہی آگ والے ہیں، یہ اس (آگ) میں ہمیشہ رہیں گے (البقرہ)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومنوں کا ولی یعنی مومنوں سے محبت اوران کی مدد کرنے والا قرار دیا ہے، اور پھر مومنوں کے ولی ہونے کا یہ فائدہ اور نتیجہ بیان فرمایا کہ اللہ، مومنوں کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے، نور اور روشنی کی طرف نکال کر لے جاتا ہے، یعنی مومنوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ کفر وشرک اور گناہوں سے اور دنیا وآخرت، قبر وبرزخ، حشر اور جہنم کے اندھیروں اور تاریکیوں سے نکالنے کے راستے بتاتا ہے۔

اور اس کے برخلاف کافروں کے ولی اور دوست، طاغوت یعنی معبودانِ باطلہ اور شیطان ہیں، اور ان سے محبت اور دوستی کا نقصان یہ ہے کہ وہ کافروں کو کفر وشرک اور اعمالِ سیئہ میں مبتلا کر کے ایمان وہدایت اور جنت کی روشنی سے نکال کر کفر وشرک اور گناہوں کا راستہ بتلاتے ہیں، اور اس طرح وہ کافروں کو دنیا وآخرت، قبر وبرزخ، حشر اور جہنم کے اندھیروں اور تاریکیوں کی طرف نکال کر لے جاتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ) قَالَ :هُمْ قَوْمٌ كَانُوا كَفَرُوا بِعِيسَى فَآمَنُوا بِمُحَمَّدٍ ، (وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ)هُمْ قَوْمٌ آمَنُوا بِعِيسَى، فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ كَفَرُوا بِهِ(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۱۱۴، ج۱۱ص۸۲)

ترجمہ:حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے''اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ''کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں،جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر کی تھی، پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے، اور ''وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ''کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ،پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی،توانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ کی تکفیر کی(طبرانی)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس کی سند میں ابو بلال اشعری ہیں، جو کہ ضعیف ہیں۔ [1]

بہرحال اگر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو تسلیم کرلیا جائے،تب بھی یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگرچہ مذکورہ آیت کسی خاص موقع پر نازل ہوئی ہو،لیکن اپنے مضمون ومفہوم کے اعتبار سے قیامت تک کے لیے مومنوں اوران کے مقابلہ میں کافروں کوشامل ہے۔

''ولی'' کی جمع''اولیاء''آتی ہے۔

''ولی''کے معنیٰ محبت اور مدد کرنے والے کے آتے ہیں،مخلص دوست بھی چونکہ اپنے دوست سے محبت رکھتا اوراس کی مددونصرت اور حمایت کرتا ہے،اس لیے''ولی''کے معنیٰ دوست کے اور مددونصرت کرنے اور حمایت کرنے والے کے بھی کردیئے جاتے ہیں۔

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه أبو بلال الأشعري وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۸۷۹، قوله تعالى: الله ولى الذين آمنوا)

مومنوں سے سچی محبت کرنے والا اور ان کا حقیقی مددگار چونکہ، اللہ ہے، نہ تو دنیا وآخرت میں اللہ کے برابر کوئی مومنوں سے محبت رکھتا ہے، اور نہ اللہ جیسی مدد ونصرت کرسکتا ہے، اس لیے اللہ تو حقیقی ''ولی'' ہوا، اس کے بعد حقیقی اور سچی محبت، اس کے نبی کو ہے، اور پھر مومن کو مومن سے ہے، کافر کو مومن سے نہیں، البتہ کافر کو دوسرے کافر سے ظاہری محبت اور دوستی ہے، ان سب باتوں کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیات اور احادیث میں آیا ہے۔

سورہ جاثیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (سورة الجاثية، رقم الآية ١٩)

ترجمہ: اور بے شک ظالم لوگ، ان کے بعض، بعض کے ولی ہیں، اور اللہ متقیوں کا ولی ہے(سورہ جاثیہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ متقیوں کا ولی ہے، جب اللہ، مومنوں کا ولی ہے، تو متقیوں کا بدرجۂ اولیٰ ولی ہے۔اور مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

ظالموں سے مراد کافر ہیں، وہ ایک دوسرے کے ولی اور دوست ہیں، جیسا کہ سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (سورة الانفال، رقم الآية ٧٣)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے بعض، بعض کے ولی ہیں(سورہ انفال)

لیکن کافروں کی دوستی اور ولایت آخرت میں کام نہیں آئے گی۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ . وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (سورة المائدة، رقم الآيات ٥٥،٥٦)

ترجمہ: بس تمہارا ولی، اللہ ہے، اور اس کا رسول ہے، اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، جو قائم کرتے ہیں نماز، اور ادا کرتے ہیں زکاۃ کو، اور وہ رکوع کرتے ہیں، اور ''ولی''

رکھے گا اللہ کو اور اس کے رسول کو، اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے (سورہ مائدہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا ''ولی'' اللہ ہے، اور اس کے بعد اس کا رسول ہے، اور اس کے بعد وہ مومن و متقی لوگ ہیں، جو نماز کو قائم کرتے ہیں، اور زکاۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ کے سامنے جھکتے ہیں، اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کو ''ولی'' رکھیں، تو یہ ''حزب اللہ'' یعنی اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، اور اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ . الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ . لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورة يونس، رقم الآيات ٦٢ الى ٦٤)

ترجمہ: خبردار بے شک اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو ایمان لائے اور وہ تقویٰ اختیار کرتے رہے، ان کے لیے خوشخبری ہے، دنیا کی زندگی اور آخرت میں، نہیں تبدیلی ہے اللہ کے کلمات کے لیے، یہ ہی بڑی کامیابی ہے (سورہ یونس)

مذکورہ آیت سے اللہ کے ''اولیاء'' کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ٩)

ترجمہ: کیا بنا لیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کو ''اولیاء'' پس اللہ ہی ''ولی'' ہے، اور وہی زندہ کرتا ہے مردہ کو، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے (سورہ شوریٰ)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح کی محبت اللہ رکھتا ہے، اور جس طرح سے مدد و نصرت اللہ فرماتا ہے، اس طرح کی محبت اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رکھ سکتا، اور نہ ہی اس طرح کی مدد و نصرت کر سکتا ہے، کیونکہ وہ مُردوں کو بھی زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ شان کسی اور کو حاصل نہیں، اس لیے حقیقی اور کامل ولی اللہ ہی ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ قَسَمَ مِنْهَا رَحْمَةً بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا فَوَسِعَتْهُمْ إِلَى آجَالِهِمْ، وَأَخَّرَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ لِأَوْلِيَائِهِ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَابِضٌ تِلْكَ الرَّحْمَةَ الَّتِي قَسَمَهَا بَيْنَ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَى تِسْعٍ وَتِسْعِينَ فَكَمَّلَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ لِأَوْلِيَائِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم،رقم الحدیث ۱۸۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں، جن میں سے اللہ نے دنیا والوں کے درمیان صرف ایک رحمت نازل فرمائی ہے، اس ایک رحمت سے ہی وہ سب ایک مدتِ مقررہ تک محبت کرتے ہیں، اور باقی ننانوے رحمتیں اللہ نے اپنے اولیاء کے لئے رکھ چھوڑی ہیں، اور اللہ عزوجل اپنی اس رحمت کو جس کو دنیا والوں کے درمیان تقسیم کیا ہے، اپنی ننانوے رحمتوں کے ساتھ ملا کر سو رحمتیں قیامت کے دن اپنے اولیاء کے لیے مکمل فرمائے گا (حاکم)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ’’طاغوت‘‘ کا لفظ ’’اللہ‘‘ کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔
اور بعض احادیث میں ’’طاغوت‘‘ کا لفظ ’’شیطان‘‘ یا ’’باطل معبود‘‘ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔
چنانچہ سورہ نسآء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (سورة النسآء، رقم الآية ۷۶)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ قتال کرتے ہیں اللہ کے راستہ میں، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ قتال کرتے ہیں طاغوت کے راستہ میں، پس تم قتال کرو شیطان کے اولیاء سے، بے شک شیطان کی تدبیر ضعیف ہے (سورہ نسآء)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (سورة

www.idaraghufran.org

النحل، رقم الآیة ٣٦)

ترجمہ: اور یقیناً بلاشبہ بھیجا ہم نے ہر امت میں رسول کو، تاکہ وہ عبادت کریں، اللہ کی، اور اجتناب کریں طاغوت سے (سورہ نحل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا شَابٌّ مِنَ الثَّنِيَّةِ، فَلَمَّا رَمَيْنَاهُ بِأَبْصَارِنَا، قُلْنَا: لَوْ أَنَّ ذَا الشَّابَّ جَعَلَ نَشَاطَهُ وَشَبَابَهُ وَقُوَّتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَسَمِعَ مَقَالَتَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَمَا سَبِيلُ اللَّهِ إِلَّا مَنْ قُتِلَ؟ مَنْ سَعَى عَلَى وَالِدَيْهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى عَلَى عِيَالِهِ فَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَنْ سَعَى مُكَاثِرًا فَفِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ٤٢١٤)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ہمارے پاس سے ایک آدمی گزرا، ہم نے اس کی جلد اور چستی کو دیکھ کر کہا کہ کاش کہ یہ اللہ کے راستے میں ہوتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنے بوڑھے اور بڑی عمر کے والدین کے لئے سعی کرنے (یعنی اُن کے نان نفقہ اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ اپنی ذات کے لئے سعی کرنے (یعنی اپنی ذات کے لئے کمانے اور روزی روٹی کا بندوبست کرنے) کے لئے نکلا، تاکہ وہ پاکدامنی اختیار کرے (یعنی لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) تو یہ اللہ کے راستے میں ہے، اور اگر وہ دنیا بڑھانے (یعنی مال ونام کی بڑھوتری کی غرض سے کمانے) کے لئے نکلا، تو وہ شیطان کے راستے میں ہے (طبرانی)

مذکورہ حدیث کے آخر میں شیطان کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور بعض دوسری روایات میں اس موقع پر شیطان کے بجائے ''طاغوت'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٢٨٢)

ترجمہ: اور اگر وہ (دوسروں کے سامنے) ریا کاری اور فخر وتفاخر (کی غرض سے کمانے) کے لئے نکلا، تو وہ شیطان کے راستے میں ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ طاغوت کے معنیٰ ''شیطان'' کے بھی آتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، وَلَا بِالطَّوَاغِيتِ "، وَقَالَ يَزِيدُ :الطَّوَاغِي(مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٦٢٤)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آباؤ واجداد کی قسم نہ اٹھاؤ، اور نہ ہی ''طواغیت'' یا ''طواغی'' کی قسم اٹھاؤ (بلکہ ضرورت کے وقت میں اللہ کی اور سچی قسم اٹھاؤ) (مسند احمد)

اس حدیث میں ''طواغیت'' یا ''طواغی'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو ''طاغیۃ'' کی جمع ہے۔

''طاغوت'' اللہ کے علاوہ ہر معبودِ باطل کو کہا جاتا ہے، بُت بھی چونکہ معبودِ باطل میں داخل ہیں، اس لیے ان کو بھی ''طاغوت'' کہا جاتا ہے، اسی لیے مذکورہ مضمون کی بعض روایات میں ''طواغیت'' کے بجائے ''انداد'' کا لفظ استعمال ہوا ہے (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، رقم الحديث ٣٢٤٨)

''انداد'' بتوں کو کہا جاتا ہے، جن کو اللہ کے مقابلہ میں معبود سمجھا جاتا ہے۔

اور ''شیطان'' کو بھی ''طاغوت'' اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے مقابلہ میں کفر اور شرک کی دعوت دیتا ہے، جس طرح بت وغیرہ کفار کی سرکشی اور طغیانی کا باعث بنتے ہیں۔

''طغیانی'' کے معنیٰ ''حد سے تجاوز کرنے'' اور ''سرکشی وبغاوت'' کے آتے ہیں، اللہ کے علاوہ کی عبادت کرنا حد سے تجاوز کرنے اور سرکشی وبغاوت میں داخل ہے، اس لیے ہر وہ چیز جو اللہ کی سرکشی اور بغاوت کا باعث بنے، اس کو ''طاغوت'' کہہ دیا جاتا ہے۔

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام
اضافہ واصلاح شُدہ ایڈیشن

ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اور قابلِ توجہ اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کے فرض وواجب ہونے سے متعلق بھی بنیادی اور اُصولی احکام چند رائج منکَرات کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، اور فرض حج میں تاخیر کے حیلے بہانوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ حجِ بدل وحجِ نذر کے مسائل بھی درج کئے گئے ہیں، اور عمرہ کا حکم بھی تحریر کیا گیا ہے، اور چند تحقیقی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

جلد3

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِفِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنِّف
مفتی محمد رضوان خان

جلد5

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنِّف
مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

بحالتِ ایمان فوت ہونے پر شفاعتِ نبی کا حصول (قسط7)

''مُرجِئة'' اور ''قَدرِیة'' کی شفاعۃُ النبی سے محرومی

بعض روایات میں ''مُرجِئة'' اور ''قَدرِیة'' کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہنے کا ذکر آیا ہے۔

لیکن اس طرح کی بیشتر روایات کی سندوں میں غیر معمولی کلام ہے، جن کا آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ:

''اس امت کی دو جماعتوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، ایک مرجئہ کو اور دوسرے قدریہ کو'' (طبرانی) [1]

علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کی سند میں ''محمد بن محصن'' راوی ''متروک'' ہیں۔ [2]

دوسرے کئی محدثین نے بھی ''محمد بن محصن'' راوی پر شدید جرح کی ہے، اور ان کو ''کذاب'' اور ''جھوٹا'' اور ''جھوٹی احادیث گھڑنے والا'' بھی قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] حدثنا أحمد قال: نا معلل بن نفيل قال: نا محمد بن محصن، عن الأوزاعی، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من هذه الأمة لا تنالهما شفاعتی: المرجئة، والقدرية (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۶۲۵)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه محمد بن محصن وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۸۸۵)

[3] ق: محمد بن محصن العكاشی ، هو محمد بن إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن عكاشة بن محصن العكاشی. الأسدی نسب إلى جده الأعلى.

روى عن: إبراهيم بن أبی عبلة (ق) ، وجعفر بن برقان، وسفيان الثوری، وسليمان الأعمش، وعبد الرحمن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا مذکور حدیث کی سند شدید ضعیف ہونے سے خالی نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی ''طبرانی'' میں اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [1]

علامہ ہیثمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں ایک راوی ''بحر بن کنیز سقاء'' ہیں، جو کہ ''متروک'' ہیں۔ [2]

''بحر بن کنیز سقاء'' کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اور بعض نے ان پر شدید جرح کی ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بن زياد بن أنعم الإفريقي، وعبد الرحمن بن عمرو الأوزاعي، ومحمد بن عجلان، ويحيى بن سعيد الأنصاری.روى عنه: سليمان بن سلمة الخبائری، وأبو هاشم محمد ابن أبی خداش الموصلی (ق) ، ومحمد بن كامل بن ميمون، ويقال: محمد بن ميمون بن كامل الحمراوی، وأبو خيثمة مصعب ابن سعيد، ومعلل بن نفيل، وهاشم بن القاسم الحرانيان، ويحيى ابن سعيد العطار الحمصی.

قال البخاری عن يحيى بن معين: كذاب.وقال أبو حاتم:مجهول.وقال فی موضع آخر: كذاب .

وقال البخاری:منكر الحديث.وقال ابن حبان:شيخ يضع الحديث على الثقات لا يحل ذكره فی الكتب إلا على سبيل القدح فيه.وقال الدارقطنی:متروك، يضع.

وروى له أبو أحمد بن عدی أحاديث، ثم قال :وهذه الأحاديث مع غيرها مما لم أذكره لمحمد بن إسحاق العكاشی كلها مناكير موضوعة .روى له ابن ماجه حديثا عن إبراهيم بن أبی عبلة، عن عبد الله بن الديلمی، عن حذيفة "لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلاة ... "الحديث(تهذيب الكمال للمزی، ج٢٦ ص ٣٧٢ الىٰ ٣٧٤، تحت رقم الترجمة ٥٥٨٣)

[1] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: ثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْعَلَاءِ الْبَجَلِيُّ قَالَ: ثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ بَحْرٍ السَّقَّاءِ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَا تَنَالُهُمْ شَفَاعَتِي: الْمُرْجِئَةُ، وَالْقَدَرِيَّةُ.

لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَرِيكٍ إِلَّا الْقَاسِمُ بْنُ الْعَلَاءِ "(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٥٨١٧)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه بحر بن كنيز السقاء وهو متروك .(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١١٨٨٦)

[3] ق: بحربن كنيز الباهلی، أبو الفضل البصری المعروف بالسقاء ، وهو جد عمرو بن علی الفلاس...... قال محمد بن المنهال الضرير، عن يزيد بن زريع، كان لا شء .وقال أبو بكر بن أبی خيثمة، عن يحيى بن معين: لا يكتب حديثه .وقال النسائی: قال يحيى بن معين: ليس بشیء .وقال أبو حاتم: ضعيف.

وقال الحاكم أبو أحمد: ليس بالقوی عندهم.وقال الدارقطنی: متروك.

وقال أبو بكر بن خلاد الباهلی، عن يحيى بن سعيد القطان: كان سفيان الثوری يحدثنی عن الرجل، فإذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ ابی عاصم نے ''کتابُ السنة'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

جس میں ایک راوی ''نزار بن حیان'' پائے جاتے ہیں، جن پر محدثین نے شدید جرح کی ہے، جس کی وجہ سے یہ روایت بھی سخت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ [2]

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثني عن الرجل يعلم أني لا أرضاه كناه لي، فحدثني يوما، قال: حدثني أبو الفضل، يعني بحر السقاء. وقال الحميدي، عن سفيان بن عيينة: سمعت أيوب، يعني السختياني – يقول لبحر السقاء: يا بحر أنت كاسمك .قال محمد بن سعد: مات سنة ستين ومئة ، وكان ضعيفا .روى له ابن ماجه حديثا واحدا عن عثمان بن ساج، عن سعيد ابن جبير، عن علي، قال: إن أفواهكم طرق للقرآن فطهروها بالسواك "(تهذيب الكمال للمزي، ج٤ص ١٢ الیٰ ١٤ ملخصاً، تحت رقم الترجمة ٦٣٩)

[1] حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نِزَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لا تنالهما شفاعتي المرجية والقدرية (كتاب السنة ،لابن ابي عاصم، رقم الحديث ٩٤٦، باب في الإرجاء والمرجية وَالْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ)

[2] قال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادی "المتوفیٰ:1422ھ":

وقد جاء هذا الحديث من حديث ابن عباس، ذكره ابن حبان في "الضعفاء"(ج 2ص109) من طريق علي بن نزار عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي صلّى الله عليه وعلى آله وسلّم.

وقد قال في ترجمة علي بن نزار: إنه منكر الحديث، ينفرد عن الثقات بما لا يشبه حديث الأثبات.والحديث ذكره الذهبي في "الميزان "في ترجمة علي بن نزار لكن لفظه:((صنفان من أمّتي ليس لهما في الإسلام نصيب: المرجئة والقدريّة)).

وذكر في ترجمة علي، وقال: إن يحيى قال: إنّ عليّ بن نزار ليس بشيء وقال الأزدي: ضعيف جدًا (الشفاعة ،ص ٣٠٠، تحت رقم الحديث ٢١٨، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

وقال الالباني:أسانيدها ضعيفة جدا لأن مدار ثلاثتها على نزار بن حيان (ظلال الجنة في تخريج السنة، حواله مذكوره)

[3] أخبرنا أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي الدارقطني الحافظ، ثنا محمد بن مخلد، ثنا عبد الله بن محمد بن يزيد الحنفي، ثنا إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا بقية بن الوليد، ثنا فطر بن خليفة، عن ابن سابط، عن أبي بكر، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "صنفان من أمتي لا يدخلون الجنة، ولا تنالهم شفاعتي: المرجئة، والقدرية " (امالي ابن بشران، رقم الحديث ٢٨٨)

قلت :ابن سابط لم يدرک ابابكر.

ابونعیم اصفہانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی قسم کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]
لیکن اس کی سند میں بھی بعض راوی ضعیف پائے جاتے ہیں۔ [2]

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی خطیب بغدادی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

''میری امت کی دو جماعتوں کو میری شفاعت حاصل نہیں ہوگی، ایک تو قدریہ کو، دسرے مرجئہ کو''

(اس روایت میں یہ بھی ہے کہ) حضرت انس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ''مـــرجئۃ'' کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا گمان یہ ہے کہ ایمان صرف زبان سے قول کرنے کا نام ہے، عمل کے بغیر، حضرت انس نے عرض کیا کہ ''قدریۃ'' کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کاموں کا اختیار ہم کو حاصل ہے'' [3]

---

[1] حدثنا محمد، ثنا محمد، ثنا محمد بن أسلم، ثنا عبد الحكم بن ميسرة، ثنا سعيد بن بشير – صاحب قتادة – عن قتادة، عن أنس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أمتى لا تنالهم شفاعتى يوم القيامة المرجئة والقدرية(حلية الاولياء لابى نعيم، ج٩ ص ٢٥٤، تحت ترجمة: محمد بن أسلم ومنهم السليم الأسلم المذكور بالسواد الأعظم الطوسى)

[2] قال ابو عبدالرحمن مقبل بن هادى ''المتوفىٰ:1422هـ'':
قال أبونعيم رحمه الله فى "الحلية) "ج 9ص254): حدثنا محمد ثنامحمد ثنا محمد بن أسلم ثنا عبد الحكم بن ميسرة ثنا سعيد بن بشير صاحب قتادة عن قتادة عن أنس قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وعلى آله وسلّم: ((صنفان من أمّتى لا تنالهم شفاعتى يوم القيامة: المرجئة والقدريّة)).
الحديث فى سنده سعيد بن بشير وهو ضعيف، وعبد الحكم بن ميسرة قال الذهبى فى "الميزان :"قال أبوموسى المدينى: لا أعرفه بجرح ولا تعديل .قال الحافظ فى "اللسان :" وقد عرفه غيره، ثم ذكر عن الدارقطنى أن عبد الحكم يحدّث بما لا يتابع عليه، وأن النسائى ذكره فى "الضعفاء."وشيخ أبى نعيم هو محمد بن أحمد بن يزيد، وشيخ شيخه هو محمد بن أحمد بن زهير، كما فى "الحلية "(ج 9ص249).أما محمد بن أحمد بن زهير فهو الطوسى، وصفه الذهبى فى "العبر "(ج 2ص171) بأنه حافظ مصنف.وأما شيخ أبى نعيم فلم أجد ترجمته (الشفاعة ،ص٢٩٨ ،٢٩٩، تحت رقم الحديث ٢١٨، فصل الأسباب المانعة من الشفاعة)

[3] حدثنا الشيخ الصالح أبو الفرج محمد بن عبيد الله الخرجوشى، لفظا، أنا الحسن بن سعيد المطوعى، بشيراز، نا عبدان العسكرى، نا الحسن بن على بن بحر، نا إسماعيل بن داود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ روایت میں ایک راوی ’’ابو عمران الموصلی ‘‘ پائے جاتے ہیں،جن کے بارے میں گمان یہ ہے کہ ان کا اصل نام ’’سعید بن میسرۃ ‘‘ ہے۔ [1]

اور ’’سعید بن میسرۃ ‘‘ پر امام بخاری، ابنِ حبان، امام حاکم اور یحیٰی قطان وغیرہ نے شدید جرح کی ہے۔ واللہ اعلم۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الجزری، نا أبو عمران الموصلی، عن أنس بن مالک، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى: القدرية والمرجئة "، قلت: يا رسول الله، ما المرجئة؟، قال: قوم يزعمون أن الإيمان قول بلا عمل، قال: قلت: ما القدرية؟، قال: " الذين يقولون: المشيئة إلينا "(تلخيص المتشابه فى الرسم للخطيب البغدادى، ج۲ص ۶۹۱، تحت ترجمة ”إسماعيل بن داود الجزرى“ الفصل الثالث، ذكر النوع الثانى من هذا الفصل وهو ما يختلف هجاء بعض حروفه،باب الخلاف فى الآباء دون الأبناء)

[1] حدثنا إبراهيم بن الجنيد الختلى ، قال : ثنا هيثم بن خارجة ، قال : ثنا أبو عمران سعيد بن ميسرة البكرى الموصلى ، عن أنس بن مالک ، أنه دخل عليه شاب قد سكن عليه شعره ، فقال له مالک : والسكينة افرقه أو جزه ، فقال له رجل : يا أبا حمزة فيمن كانت السكينة ، قال : فى قوم لوط ، كانوا يسكنون شعورهم ، ويمضغون العلک فى الطرق والمنازل ، ويحذفون ويفرجون أقبيتهم إلى خواصرهم .أخبرنى أحمد بن شعيب ، قال : * وأبو حمزة أنس بن مالک (الكنى والاسماء، رقم الحديث ۳۷۶)

يونس بن بكير، عن سعيد بن ميسرة، عن أنس – مرفوعاً: القدرية يقولون: الخير والشر بأيدينا، ليس لهم فى شفاعتى نصيب(ميزان الاعتدال للذهبى، ج۲ص ۱۶۱، تحت الترجمة” سعيد بن ميسرة البكرى البصرى“ رقم الترجمة ۳۲۸۱)

[2] " سعيد "بن ميسرة البكرى البصرى أبو عمران عن أنس قال البخارى عنده مناكير وقال أيضا منكر الحديث وقال ابن حبان يروى الموضوعات وقال الحاكم روى عن أنس موضوعات وكذبه يحيى القطان حدثنا الهيثم بن خارجة ثنا سعيد بن ميسرة سمعت أنسا وسئل عن المصافحة فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول:" إذا التقى المسلمان فتصافحا لم يتفرقا حتى يغفر لهما "محمد بن جعفر الوركانى حدثنا سعيد بن ميسرة سمعت أنسا رضى الله عنه مرفوعا "لا خير فى صب الماء فأنه من الشيطان يعنى كثرة الماء للوضوء" وبه "صلى على حمزة سبعين صلاة "يونس بن بكير عن سعيد بن ميسرة عن أنس رضى الله عنه مرفوعا "القدرية يقولون الخير والشر بأيدينا ليس لهم فى شفاعتى نصيب "(لسان الميزان لابنِ حجر، ج۲ص ۱۶۱ ،تحت الترجمة” سعيد بن ميسرة البكرى البصرى“ رقم الترجمة ۱۷۳)

قال الالبانى:

"صنفان من أمتى لا تنالهما شفاعتى، القدرية والمرجئة .قلت يا رسول الله: ما المرجئة؟ قال: قوم يزعمون أن الإيمان قول بلا عمل .قلت: ما القدرية؟ قال: الذين يقولون المشيئة إلينا ."

موضوع بهذا التمام. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال مذکورہ احادیث وروایات کی اسناد پر کلام پایا جاتا ہے، جن میں سے بعض روایات تو ’’شدید ضعیف‘‘ یا ’’موضوع ومنگھڑت‘‘ ہیں، اور بعض ’’ضعیف‘‘ ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا مناسب نہیں۔

البتہ ’’مرجئۃ‘‘ اور ’’قدریۃ‘‘ دونوں فرقوں کا نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہے۔

’’مرجئۃ‘‘ کا یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان جمادات کی طرح مجبورِ محض ہے، اور اس کا کسی کام پر کوئی اختیار نہیں۔

جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں پر بندوں کو اختیار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان چیزوں کا بندوں کو اللہ نے مکلّف کیا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بندوں کو اپنے کاموں کے کرنے پر اختیار نہیں ہوگا، تو گناہوں کے کرنے پر بھی اختیار نہیں ہوگا، پھر گناہوں پر مؤاخذہ اور پکڑ کرنا بھی عدل وانصاف نہیں کہلائے گا۔

اور ’’قدریۃ‘‘ کا یہ نظریہ ہے کہ ہر انسان اپنے کاموں پر پوری طرح قادر ہے، اپنے کاموں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اللہ کی قدرت اور حکم کا محتاج نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه الخطيب فى "المتشابه فى الرسم (1 / 144) "عن الحسن بن سعيد المطوعى: أخبرنا عبدان العسكرى حدثنا الحسن بن على بن بحر أخبرنا إسماعيل بن داود الجزرى: أخبرنا أبو عمران الموصلى عن أنس مرفوعا.

قلت: وهذا إسناد موضوع، أبو عمران اسمه سعيد بن ميسرة، قال البخارى: "منكر الحديث ."وقال ابن حبان " : (313 / 1)يقال إنه لم ير أنسا .وكان يروى عنه الموضوعات التى لا تشبه أحاديثه، كأنه كان يروى عن أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم ما يسمع القصاص يذكرونه فى القصص ."وقال الحاكم: " روى عن أنس موضوعات ."وكذبه يحيى القطان . وبقية الرواة لم أعرف منهم غير عبدان.

والحديث أورد السيوطى شطره الأول فى "الجامع "دون قوله: " قلت: يا رسول الله ." .... وعزاه لأبى نعيم فى "الحلية "عن أنس، والطبرانى فى "الأوسط "عن واثلة وعن جابر، وهو فى "الحلية (254 / 9) "من طريق عبد الحكم بن ميسرة: حدثنا سعيد بن بشير عن قتادة عن أنس مرفوعا .وهذا سند ضعيف: عبد الحكم هذا ضعفه الدارقطنى فقال: " يحدث بما لا يتابع عليه ."وذكره النسائى فى "كتاب الضعفاء "كما فى "اللسان ."ولم أره فى "ضعفاء النسائى "المطبوع فى الهند .والله أعلم .وفى حديث واثلة عند الطبرانى محمد بن محصن وهو متهم: وفى حديث جابر عنده بحر بن كنيز السقاء، وهو متروك انظر "المجمع /7) " . (206 (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٦٢)

جبکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ہر انسان کو اپنے تمام کاموں پر قدرت حاصل نہیں، اسی کو ’’تقدیر‘‘ کہا جاتا ہے۔

پس ’’مرجئۃ‘‘ اور ’’قدریۃ‘‘ کا نظریہ اس سلسلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ سے مختلف ہوا۔

لیکن ان مسائل کے اندر چونکہ ’’مرجئۃ‘‘ اور ’’قدریۃ‘‘ اپنے اپنے عقیدے کی تاویل کرتے ہیں، اس لیے ان کو گمراہ اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے تو خارج قرار دیا گیا ہے، لیکن تاویل کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں دیا گیا۔ [1] واللہ اعلم۔

---

[1] (صنفان) أى نوعان (من أمتى) أمة الإجابة ولفظ رواية ابن ماجه من هذه الأمة (ليس لهما فى الإسلام نصيب) أى حظ كامل أو وافر (المرجئة) بالهمز وبدونه وهم الجبرية القائلون بأن العبد لا يضره ذنب وأنه لا فعل له البتة وإضافة الفعل إليه بمنزلة إضافته إلى الجماد (والقدرية) بالتحريك المنكرون للقدر القائلون بأن أفعال العباد مخلوقة بقدرهم ودواعيهم لا يتعلق بها بخصوصها قدرة الله .قال ابن العربى :عقب الحديث وهذا صحيح لأن القدرية أبطلت الشريعة .وقال التوربشتى :سميت المجبرة مرجئة لأنهم يؤخرون أمر الله ويرتكبون الكبائر ذاهبين إلى الإفراط كما ذهبت القدرية إلى التفريط وكلا الفريقين على شفا جرف هار والقدرية إنما نسبوا إلى القدر وهو ما يقدره الله بزعمهم أن كل عبد خالق فعله من كفر ومعصية ونفوا أن ذلك بتقديره الله وربما تمسك بهذا الحديث ونحوه من يكفر الفريقين .قال :والصواب عدم تكفير أهل الأهواء المتأولين لأنهم لم يقصدوا اختيار الكفر بل بذلوا وسعهم فى إصابة الحق فلم يحصل لهم غير ما زعموه فهم كالمجتهد المخطء هذا الذى عليه محققو علماء الأمة فيجرى قوله لا نصيب لهم مجرى الاتساع فى بيان سوء حظهم وقلة نصيبهم من الإسلام كقولك البخيل ليس له من ماله نصيب أو يحمل على من أتاه من البيان ما ينقطع العذر دونه فأفضت به العصبية إلى تكذيب ما ورد فيه من النصوص أو على تكفير من خالفه فمن كفرنا كفرناه.

(تخ ت هـ عن ابن عباس) قال الترمذى :غريب قال الذهبى :هو من حديث ابن نزار عن ابن حبان عن عكرمة عن ابن عباس ونزار تكلم فيه ابن حبان وابنه ضعيف وقد تابعه غيره من الضعفاء (هـ عن جابر) بن عبد الله لكن بلفظ أهل الإرجاء وأهل القدر وفيه نزار المذكور (خط) فى ترجمة محمد بن الصباح (عن ابن عمر) بن الخطاب (طس عن أبى سعيد) رمز المصنف لحسنه وقضية صنيع المصنف أن الخطيب خرجه وسكت عليه وليس كذلك فإنه عقبه بما نصه :هذا حديث منكر من هذا الوجه جدا كالموضوع وإنما يرويه على بن نزار شيخ ضعيف واهى الحديث عن ابن عباس إلى هنا كلامه .وقال غيره :فيه إبراهيم بن زيد الأسلمى قال فى اللسان عن الدارقطنى :متروك الحديث وعن ابن حبان منكر الحديث جدا يروى عن مالك لا أصل له وقال أبو نعيم :يحدث عن مالك وابن لهيعة بالموضوعات اه قال العلائى : والحق أنه ضعيف لا موضوع (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۵۰۴۲)

Idara Ghufran

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

باجماعت نماز کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ''مصفّٰی'' میں فرماتے ہیں:

مسئلہ: اقوی اقوال آنست کہ جماعت فرض بالکفایہ است بوجہی کہ شعارِ اسلام ظاہر شود مثلادر قریہ صغیرہ یکجا ودر کبیرہ چند جا (المصفّٰی، ج ا ص ۱۲۸، باب التاکید فی حضور الجماعۃ، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

ترجمہ: مسئلہ: سب اقوال میں سب سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ فرض نماز باجماعت پڑھنا فرض علی الکفایہ ہے، اس طور پر کہ اسلام کا شعار ظاہر ہوجائے، مثلاً چھوٹے گاؤں میں ایک جگہ اور بڑے گاؤں میں چند جگہ باجماعت نماز پڑھ لی جائے (تو اس علاقہ کے دوسرے لوگ ترکِ فرض کے گناہ گار نہیں ہوتے، جیسا کہ نمازِ جنازہ کا حکم ہے) (المصفّٰی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں باجماعت نماز کا جو حکم بیان فرمایا ہے، بعض فقہاء اس کے قائل ہیں، اور بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے، اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے قول پر شاذ ہونے کا حکم لگانا درست نہیں، جس کی ذیل میں کچھ توضیح کی جاتی ہے۔

خواتین کے لیے نماز باجماعت کی تاکید نہیں، البتہ مرد حضرات کے لیے فرض نماز باجماعت کی فضیلت واہمیت اور تاکید ہے۔

لیکن مرد حضرات کے لیے فرض نماز باجماعت کے متعلق فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تک کوئی معتبر عذر نہ ہو، اس وقت تک مرد حضرات کو فرض نماز باجماعت پڑھنا بعض فقہائے کرام کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے، جو واجب کے مشابہ ہے، متعدد مشائخِ حنفیہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک فرض نماز کو باجماعت پڑھنا فرض یا واجب علی العین ہے، حنابلہ اور بعض دوسرے حضرات کا یہی قول ہے۔

جبکہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک فرضِ کفایہ یا واجب علی الکفایہ ہے، شافعیہ کا اصح قول اور حنابلہ و مالکیہ کا ایک قول اسی کے مطابق ہے، جبکہ حنابلہ و مالکیہ کا ایک قول سنتِ مؤکدہ کفایہ ہونے کا ہے، حنفیہ میں سے امام کرخی اور امام طحاوی کا قول بھی شافعیہ وغیرہ کے مطابق یہی ہے کہ فرض نماز باجماعت کی فرضیت یا وجوبیت اور تاکید تو کفایہ درجہ کی ہے، اس کے بعد بقیہ لوگوں کے لیے باعثِ فضیلت ہے، جس کی رُو سے اگر علاقہ کے کچھ لوگ جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرلیں، تو اس علاقہ کے دوسرے لوگ صرف ترکِ جماعت کی وجہ سے گناہ گار نہیں ٹھہرتے، بشرطیکہ اس علاقہ کی مسجد میں کچھ لوگ باجماعت نماز ادا کریں، اور مساجد کا بالکلیہ معطل کرنا لازم نہ آئے، اور اس علاقہ میں اسلام کا شعار ظاہر ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، اور ہمیں بھی یہی قول راجح معلوم ہوا۔ [1]

---

[1] ذهب الحنفية -فى الأصح -وأكثر المالكية، وهو قول للشافعية، إلى أن صلاة الجماعة فى الفرائض سنة مؤكدة للرجال،وهى شبيهة بالواجب فى القوة عند الحنفية .وصرح بعضهم بأنها واجبة -حسب اصطلاحهم -واستدلوا بما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة وفى رواية :بخمس وعشرين درجة، فقد جعل النبى صلى الله عليه وسلم الجماعة لإحراز الفضيلة، وذا آية السنن، وقال عبد الله بن مسعود فى الصلوات :إنها من سنن الهدى .

وذهب الشافعية -فى الأصح عندهم -، إلى أنها فرض كفاية، وهو قول بعض فقهاء الحنفية، كالكرخى والطحاوى، وهو ما نقله المازرى عن بعض المالكية . واستدلوا بقول النبى صلى الله عليه وسلم :ما من ثلاثة فى قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلاة إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليك بالجماعة فإنما يأكل الذئب القاصية .وقد فصل بعض المالكية فقالوا :إنها فرض كفاية من حيث الجملة أى بالبلد؛ فيقاتل أهلها عليها إذا تركوها، وسنة فى كل مسجد وفضيلة للرجل فى خاصة نفسه .

وذهب الحنابلة، وهو قول للحنفية والشافعية إلى أنها واجبة وجوب عين وليست شرطا لصحة الصلاة، خلافا لابن عقيل من الحنابلة، الذى ذهب إلى أنها شرط فى صحتها قياسا على سائر واجبات الصلاة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧،ص ١٦٦ ،ماده،صلاة الجماعة)

اتفق الفقهاء على صحة أداء صلاة الفريضة فى البيت للرجل والمرأة .وذهب الحنابلة إلى أن الرجل يأثم إن صلى الفريضة منفردا فى البيت، مع صحة صلاته، بناء على قولهم بوجوب صلاة الجماعة على الرجال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ فرضِ نماز کے فرضِ کفایہ اور واجب علی الکفایۃ وغیرہ ہونے کا قول بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الأحرار القادرين عليها، وذهب الشافعية إلى أنها فرض كفاية، وذهب المالكية والحنفية إلى أنها سنة مؤكدة، مع اتفاق فقهاء المذاهب على أن الجماعة ليست شرطا فى صحة الصلاة، إلا على قول ابن عقيل من الحنابلة .واتفق الفقهاء على أن صلاة الرجل فى المسجد جماعة أفضل من صلاته منفردا فى البيت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٨،ص ٢٣١،ماده،بيت)

ولما كان الوجوب قد ينفك عن الشرطية قال أحمد إنها واجبة غير شرط انتهى وظاهر نص الشافعي أنها فرض كفاية وعليه جمهور المتقدمين من أصحابه وقال به كثير من الحنفية والمالكية والمشهور عند الباقين أنها سنة مؤكدة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٢،ص ١٢٦،قوله باب وجوب صلاة الجماعة)

هذه الصلاة وإن كانت هى وغيرها من الصلوات الخمس يجب الاجتماع لها، وترك التخلف عن ذلك، فإن ذلك من الفروض التى هى على العامة، وتسقط عنهم بقيام بعض الخاصة، فكيف تقبلون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الوعيد فيما كان كذلك؟ فكان جوابنا له فى ذلك :أن الصلوات الخمس واجب الحضور لها، وإقامتها بالجماعات، وإن كان ذلك مما قد يسقط بقيام بعض الناس دون بعض عن بقيتهم، وأنه قبل سقوطه عنهم بذلك يؤمرون جميعا، ويؤخذون به حتى تقام الصلاة على ما أمر الله عز وجل أن تقام عليه، حتى يسقط الفرض، كان فيها بما يسقط به (شرح مشكل الآثار، ج١٥، ص ١٠٦، باب بيان مشكل ما روى عن أبى هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلاة التى كان من رسول الله صلى الله عليه وسلم فى التخلف عنها الوعيد المذكور فى الحديث الذى ذكرناه فى الباب الأول، أى الصلوات هى؟) فكان من رسول الله عليه السلام ما قد عقلنا أن حضور الجماعات واجب على المطيقين له، وأن ذلك مما يخاطب به جميع أهله قبل سقوط فرضه عمن سقط عنه بقيام غيره به (ايضاً، ص ١١١)

وكان شيخنا أبو الحسن الكرخي يقول :هو عندى فرض على الكفاية كغسل الموتى ودفنهم والصلاة عليهم، متى قام بها بعضهم سقط عن الباقين(أحكام القرآن،لابى بكر الجصاص، ج٣،ص ٤١،سورة الأعراف،مطلب :فى وجوب فعل المكتوبات فى جماعة)

وتجب الجماعة على الرجال للمكتوبة وتصح بدونها وفعلها فى المسجد فرض كفاية وعنه فرض عين(المحرر فى الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل،لابن تيمية، ج١،ص ٩٢،كتاب الصلاة،باب صلاة الجماعة)

تنازع العلماء بعد ذلك فى كونها واجبة على الأعيان أو على الكفاية أو سنة مؤكدة على ثلاثة أقوال :فقيل :هى سنة مؤكدة فقط وهذا هو المعروف عن أصحاب أبى حنيفة وأكثر أصحاب مالك وكثير من أصحاب الشافعي ويذكر رواية عن أحمد .وقيل :هى واجبة على الكفاية وهذا هو المرجح فى مذهب الشافعي وقول بعض أصحاب مالك وقول فى مذهب أحمد .وقيل هى واجبة على الأعيان ؛ وهذا هو المنصوص عن أحمد وغيره من أئمة السلف وفقهاء الحديث وغيرهم(مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج٢٣،ص ٢٢٦، باب صلاة الجماعة)

اختلف العلماء فى حكم صلاة الجماعة:فذهبت طائفة من الحنفية والمالكية والشافعية :إلى أنها سنة مؤكدة.وذهبت طائفة أخرى من هؤلاء إلى أنها فرض كفاية، إذا قام بها من يكفى، سقطت عن الباقين .وذهب الإمام أحمد وأتباعه، وأهل الحديث، إلى أنها فرض عين.وبالغت الظاهرية، فذهبوا إلى أنها شرط لصحة الصلاة (تيسير العلام شرح عمدة الاحكام، ص ١٠٧، كتاب الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة ووجوبها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

متعدد فقہائے کرام کا ہے، جس کو بعض حنفیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے قوی تر قرار دیا ہے، اور یہ شاذ درجہ کا قول نہیں ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وحكى ابن عبد البر الإجماع على أنه لا يجوز أن يجتمع على تعطيل المساجد كلها من الجماعات، وبذلك رجح قول من قال :إن الجماعة فرض كفاية (فتح البارى لابن رجب، ج۵، ۴۵۱، كتاب الآذان، باب وجوب صلاة الجماعة)

وظاهره أنها سنة فى البلد وفى كل مسجد وفى حق كل مصل وهذه طريقة الأكثر وقتال أهل البلد على تركها على هذا القول لتهاونهم بالسنة وقال ابن رشد وابن بشير إنها فرض كفاية بالبلد يقاتل أهلها عليها إذا تركوها وسنة فى كل مسجد ومندوبة للرجل فى خاصة نفسه قال الأبى وهذا أقرب للتحقيق(حاشية الدسوقى،ج ۱،ص ۳۲۰،فصل حكم صلاة الجماعة وما يتعلق بها)

لو أقام الجماعة طائفة يسيرة من أهل البد وأظهروها فى كل البلد ولم يحضرها جمهور المقيمين فى البلد حصلت الجماعة ولا إثم على المتخلفين كما إذا صلى على الجنازة طائفة يسيرة هكذا قاله غير واحد وظاهر الحديث الصحيح فى الهم بتحريق بيوت المتخلفين عن الجماعة يخالف هذا ولكن هم النبى ﷺ بتحريقهم ولم يفعل ولو كان واجبا لما تركه(المجموع شرح المهذب، ج۴،ص ۱۸۶ ،باب صلاة الجماعة)

۱؎ (واحتج) أصحابنا والجمهور على أنها ليست بفرض عين بقوله صلى الله عليه وسلم "صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة "رواه البخارى ومسلم من رواية ابن عمر وروياه من رواية أبى هريرة وقال "بخمس وعشرين درجة "ورواه البخارى أيضا من رواية أبى سعيد قالوا ووجه الدلالة أن المفاضلة انما تكون حقيقتهما بين فاضلين جائزين (والجواب) عن حديث الهم بتحريق بيوتهم من وجهين(أحدهما)جواب الشافعى وغيره أن هذا ورد فى قوم منافقين يتخلفون عن الجماعة ولا يصلون فرادى وسياق الحديث يؤيد هذا التأويل وقوله فى حديث ابن مسعود رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق صريح فى هذا التأويل (والثانى) أنه صلى الله عليه وسلم قال لقد هممت ولم يحرقهم ولو كان واجبا لما تركه (فان قيل) لو لم يجز التحريق لماهم به (قلنا) لعله هم به بالاجتهاد ثم نزل وحى بالمنع منه أو تغير الاجتهاد وهذا تفريع على الصحيح فى جواز الاجتهاد له صلى الله عليه وسلم وأما حديث ابن مسعود فليس فيه تصريح بأنها فرض عين وإنما فيه بيان فضلها وكثرة محافظته عليها وأما حديث الأعمى فجوابه ما أجاب به الأئمة الحفاظ الفقهاء أبو بكر محمد بن اسحق بن خزيمة والحاكم وابو عبد الله والبيهقى قالوا لا دلالة فيه لكونها فرض عين لأن النبى صلى الله عليه وسلم رخص لعتاب حين شكا بصره أن يصلى فى بيته وحديثه فى الصحيحين قالوا وإنما معناه لا رخصة لك تلحقك بفضيلة من حضرها وأما حديث ابن عباس فتقدم بيان ضعفه وأما حديث جابر وأبى هريرة فضعيفان فى إسنادهما ضعيفان(المجموع شرح المهذب، ج۴، ص ۱۹۲ ، باب صلاة الجماعة)

وظاهر نص الشافعى أنها فرض كفاية وعليه جمهور أصحابه المتقدمين، وصححه النووى فى المنهاج كأصل الروضة، وبه قال بعض المالكية، واختاره الطحاوى والكرخى وغيرهما من الحنفية لحديث أبى داود، وصححه ابن حبان وغيره :ما من ثلاثة فى قرية أو بلد ولا تقام فيه الصلاة إلا استحوذ عليهم الشيطان أى غلب.ويمكن أن يقال التهديد بالتحريق وقع فى حق تاركى فرض الكفاية لمشروعية قتال تاركى فرض الكفاية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

واللہ اعلم.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأجيب عن حديث الباب بأنه هم ولم يفعل، ولو كانت فرض عين لما تركهم، أو أن فرضية الجماعة نسخت، أو أن الحديث ورد فى قوم منافقين يتخلفون عن الجماعة ولا يصلون، ما يدل عليه السياق .فليس التهديد لترك الجماعة بخصوصه فلا يتم الدليل .وتعقب بأنه يبعد اعتناؤه عليه الصلاة والسلام بتأديب المنافقين على تركهم الجماعة مع علمه بأنه لا صلاة لهم .وقد كان عليه الصلاة والسلام معرضا عنهم وعن عقوبتهم مع علمه بطويتهم.

وأجيب بأنه لا يتم إلا أن أدعى أن ترك معاقبة المنافقين كان واجبا عليه ولا دليل على ذلك وإذا ثبت أنه كان مخيرا فليس فى إعراضه عنهم ما يدل على وجوب ترك عقوبتهم .وفى قوله فى الحديث الآتى، إن شاء الله، بعد أربعة أبواب :ليس صلاة أثقل على المنافقين من العشاء والفجر، دلالة على أنه ورد فى المنافقين. لكن المراد نفاق المعصية لا نفاق الكفر كما يدل عليه حديث أبى هريرة المروى فى أبى داود، ثم آتى قوما يصلون فى بيوتهم ليست بهم علة .نعم سياق حديث الباب يدل على الوجوب من جهة المبالغة فى ذم من تخلف عنها.ومحل الخلاف إنما هو فى غير الجمعة، أما هى فالجماعة شرط فى صحتها وحينئذ فتكون فيها فرض عين .ثم إن التقييد بالرجال فى قوله :ثم أخالف إلى رجال، يخرج الصبيان والنساء فليست فى حقهن فرضا جزما، والخلاف السابق فى المؤداة.

أما المقضية فليست الجماعة فيها فرض عين ولا كفاية، ولكنها سنة(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى،للقسطلانى،ج ٢،ص ٢٥ ،باب وجوب صلاة الجماعة)

الأصح المنصوص كما قاله النووى انها فرض كفاية لخبر ما من ثلاثة فى قرية أو بدو لا تقام فيهم الجماعة إلا استحوذ عليهم الشيطان أى غلب رواه أبو داود وغيره وصححه ابن حبان وغيره وليست فرض عين لخبر صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ فإن المفاضلة تقتضى جواز الانفراد وأما خبر أثقل الصلاة على المنافقين صلاة العشاء وصلاة الفجر ولو يعلمون ما فيهما لأتوهما ولو حبوا ولقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام ثم آمر رجلا فيصلى بالناس ثم انطلق معى برجال معهم حزم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلاة فأحرق عليهم بيوتهم بالنار فوارد فى قوم منافقين يتخلفون عن الجماعة ولا يصلون فرادى والسياق يؤيده ولأنه صلى الله عليه وسلم لم يحرقهم وإنما هم بتحريقهم لكن لعله باجتهاد ثم نزل الوحى بالمنع أو كان قبل تحريم المثلة.

ولو تركها أهل بلد أو قرية قاتلهم الإمام على كونها فرض كفاية ولا يسقط عنهم الحرج إلا بإقامتهم لها بحيث يظهر شعارها فيما بينهم ففى القرية الصغيرة يكفى إقامتها بموضع واحد وفى الكبيرة تجب إقامتها بمواضع ولو بطائفة يسيرة بحيث يظهر الشعار فى المحال وغيرها فلا تكفى إقامتها فى البيوت وإن ظهرت فى الأسواق وحينئذ فالمدار على ظهورها والشعار بها لا على ظهورها فقط ومحل كونها فرض كفاية فى حق المؤداة للرجال المكلفين الأحرار المقيمين المستورين فلا تجب فى مقضية ولا على أنثى ولا على خنثى ولا عبد ولا مسافر ولا عار بل صحح النووى أنها فى حق العراة مساوية للانفراد وقال لو كانوا عميا أو فى ظلمة استحبت لهم بلا خلاف وآكد الجماعات بعد الجمعة صبحها ثم صبح غيرها ثم العشاء ثم العصر ثم الظهر فى أوجه احتمالين وأما الجماعة فى الظهر والمغرب قال الزركشى يحتمل التسوية بينهما ويحتمل تفضيل الظهر لاختصاصها ببدل وهو الجمعة وبالإبراد ثم المغرب(غاية البيان ،لشهاب الدين الرملى،ص ١١٠)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

’’کشفِ قبور‘‘ کا حکم

(29 جمادی الاخریٰ 1439 ہجری، بروز اتوار)

آج کل بعض صوفیائے کرام میں ایک عمل ’’کشفِ قبور‘‘ کے نام سے رائج ہے، جس کے معنیٰ ہیں قبر کے حالات کا منکشف اور ظاہر ہوجانا۔

ہمارے معاشرہ میں آج کل اس کے متعلق کئی قسم کی غلط فہمیاں عام ہوگئی ہیں، جن کو قرآن وسنت اور محققین کی ہدایات کی روشنی میں سمجھ لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس لیے اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بعض احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ قبر میں ہونے والے عذاب کی آواز انسانوں اور جنات کے علاوہ قریب کی سب چیزوں کو سنائی دیتی ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ عذابِ قبر کی آواز کو جانور سنتے ہیں۔ [2]

---

[1] عن أنس بن مالك رضی الله عنه، أنه حدثهم :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ": إن العبد إذا وضع فی قبره وتولى عنه أصحابه، وإنه ليسمع قرع نعالهم، أتاه ملكان فيقعدانه، فيقولان :ما كنت تقول فی هذا الرجل لمحمد صلى الله عليه وسلم، فأما المؤمن، فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له :انظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة، فيراهما جميعا -قال قتادة :وذكر لنا :أنه يفسح له فی قبره، ثم رجع إلى حديث أنس - قال :وأما المنافق والكافر فيقال له :ما كنت تقول فی هذا الرجل؟ فيقول :لا أدری كنت أقول ما يقول الناس، فيقال :لا دريت ولا تليت، ويضرب بمطارق من حديد ضربة، فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين(صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۳۷۴)

[2] عن أبی وائل، عن مسروق، عن عائشة، قالت: دخلت علی عجوزان من عجز يهود المدينة، فقالتا لی: إن أهل القبور يعذبون فی قبورهم، فكذبتهما، ولم أنعم أن أصدقهما، فخرجتا، ودخل على النبی صلى الله عليه وسلم، فقلت له: يا رسول الله، إن عجوزين، وذكرت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے احوال جانوروں پر منکشف اور ظاہر ہوجاتے ہیں، مگر انسانوں پر ظاہر نہیں ہوتے۔

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات کسی قبر کے قریب سے گزرتے ہوئے وحی کے ذریعہ سے عذابِ قبر کا علم ہوجاتا تھا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود دیگر صحابۂ کرام کو اس کا علم نہیں ہوتا تھا۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عذابِ قبر'' کا انکشاف وحی کے ذریعہ سے ہوا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو وحی کا نزول ہوتا تھا، لیکن صحابۂ کرام پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی، اس لیے ان پر قبر کے عذاب اور قبر کی حالت کا انکشاف نہیں ہوا، البتہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے اس کا علم ہوا۔

بعض احادیث میں ہے کہ مرغ، فرشتوں کو دیکھنے پر اذان دیتا ہے، اور گدھا، شیطان کو دیکھنے پر چیختا ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ یہ جانوران چیزوں کو دیکھتے ہیں، جن کو انسان نہیں دیکھ پاتے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لـه، فقال: صـدقتـا، إنهـم يـعـذبون عذابا تسمعه البهائم كلها فما رأيته بعد في صلاة إلا تعوذ من عذاب القبر (بخاری، رقم الحديث ٦٣٦٦)

عـن جـابر ،عن أم مبشر قالت: دخـل عـلـى رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم وأنا في حائط من حوائط بني النجار فيه قبور مهم وهم يقول: " استعيذوا بالله من عذاب القبر ,"فقلت: يا رسول الـلـه وللقبر عذاب؟ قال: " نـعـم وإنهم ليعذبون في قبورهم تسمعه البهائم " (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٣١٢٥)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[1] عـن أنس قال: بينـمـا نبـي الـلـه صـلى الله عليه وسلم في نخل لنا نخل لأبي طلحة يتبرز لحاجته، قال: وبـلال يمشي ورائه، يكرم نبي الله صلى الله عليه وسلم أن يمشي إلى جنبه، فمر نبـي الـلـه صلى الله عليه وسلم بقبر، فقام حتى تم إليه بلال، فقال: " ويحک يا بلال هل تسمع مـا أسمع؟ "قال: مـا أسـمع شيئا .قال: " صـاحـب القبر يعذب ."قال: فسـئـل عنه، فوجد يهوديا (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٥٣٠)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

عـن ابن عباس رضى الله عنهما، قال: مـر رسـول الله صلى الله عليه وسلم على قبرين، فقال: " إنهـمـا ليعذبان، وما يعذبان في كبير، أما هذا: فكان لا يستتر من بوله، وأما هذا: فكان يمشي بالنميمة "ثم دعـا بـعـسيب رطب فشقه باثنين، فغرس على هذا واحدا، وعلى هذا واحدا، ثم قال: لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا (بخارى، رقم الحديث ٦٠٥٢)

[2] عن أبي هريرة، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :إذا سمعتم صياح الديكة، فاسألوا الله مـن فـضـلـه، فـإنهـا رأت ملكا، وإذا سمعتم نهيق الحمار، فتعوذوا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطانا (مسلم، رقم الحديث ٢٧٢٩ "٨٢") ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کو بھی کشف ہوتا ہے، بلکہ جانوروں کو بطورِ خاص قبروں کا کشف ہوتا ہے، جسے ''کشفِ قبور'' کہا جاتا ہے،اور جانوروں کے مقابلہ میں انسانوں کو عموماً یہ کشف نہیں ہوتا۔

مگر جانوروں کا یہ کشف اُن جانوروں کے قصد واختیار کے بغیر ہوتا ہے،جس طرح انبیائے کرام کے معجزات بھی اختیار کے بغیر محض حکمِ الٰہی سے صادِر ہوتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی کے ذریعہ سے تکوینی وتشریعی حکم سے آگاہی کے لیے عذابِ قبر کا علم ہوا، جو کشفِ قبور ہے، لیکن امت کے جلیل القدر اولیائے کرام یعنی صحابۂ کرام کو عموماً کشفِ قبور نہیں ہوا۔

بہرحال اس طرح کے کشفِ قبور کی وجہ سے جانوروں کو نہ تو بزرگ سمجھا جاتا،اور نہ ہی انسانوں کے مقابلہ میں ان کو صاحبِ کمال قرار دیا جاتا۔

لیکن آج کل بعض صوفیا نے کشفِ قبور کے مسئلہ کو بہت بڑھایا چڑھایا ہوا ہے،اور اس کو تصوف میں بڑی اہمیت دی ہوئی ہے،جس کی بنیاد پر ان کی طرف سے بعض مومنوں کے جنتی اور بعض کے جہنمی ہونے اور عذابِ قبر میں مبتلا ہونے نہ ہونے کے فیصلے بھی کردیے جاتے ہیں، حالانکہ اگر کسی کو کشفِ قبور ہو بھی جائے ،تو وہ نہ تو حجت ہے،اور نہ ہی شرعی احکام کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہے کہ اس کی بناء پر کسی مومن سے بدگمانی قائم کی جائے ،یا اس کے برخلاف کیا جائے۔

احادیث کے مضمون پر نظر ڈالی جائے ،تو ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشفِ قبور عادتاً انسانوں کو نہیں ہوتا،لیکن آج کشفِ قبور کے مدعی غیر محقق حضرات اس کو بہت آسان کام اور اختیاری عمل قرار دیتے ہیں،اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے مریدین کو چند دنوں میں کشفِ قبور کا عمل سکھلا دیتے ہیں۔ محققین نے اس کی وضاحت کی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ میں ایک مقام پر ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ،عذابِ قبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کو ''ثقلین'' (یعنی انسان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن جابر بن عبد الله، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا سمعتم نباح الكلاب، ونهيق الحمر بالليل، فتعوذوا بالله فإنهن يرين ما لا ترون(سنن أبى داود، رقم الحديث ٥١٠٣)
قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية سنن ابى داؤد)

اور جنات) کے سوا سب سنتے ہیں، تو یہ کشف القبور رہوا، اوراس سے کشف القبور کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ گدھوں اور کتوں تک کو بھی ہوجاتا ہے، پس انسان کے لیے یہ کچھ کمالِ مطلوب نہیں (خطباتِ حکیم الامت ج ۱۴ ''جزا وسزا'' ص ۴۳۳، وعظ ''المودۃ الرحمانیۃ'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: 1404ہجری)

اس سے معلوم ہوا کہ کشفِ قبور کوئی ایسا کمال نہیں، جو شرعاً مطلوب ہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ میں ایک مقام پر ہے:

حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں جو مُردوں کو عذاب ہوتا ہے، سوائے جن وانس کے اس کا سب کو ادراک (اور علم) ہوتا ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے، قبرستان میں گزر رہوا، گھوڑا بِدکا، آپ نے فرمایا کہ مُردوں کو قبر میں عذاب ہورہا ہے، گھوڑے کو اس کا انکشاف ہوا ہے۔ [1]

یہاں سے ایک اور بات بھی سمجھنا چاہیے کہ بہت لوگ کشف کے طالب ہوتے ہیں، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کشف کوئی شے مطلوب نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں جانور بھی شریک ہیں، اور جانور تو جانور شیطان کو بھی کشف ہوتا ہے، چنانچہ قرآن شریف میں غزوۂ بدر کے قصہ میں آیا ہے کہ شیطان کفار کے ساتھ آیا، جب مسلمانوں کا لشکر نظر آیا، تو پیچھے ہٹ گیا، چنانچہ ارشاد ہے:

''فَلَمَّا تَرَاءَ تِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ ''

یعنی جس وقت کافروں اور مسلمانوں کی دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، تو شیطان الٹے پاؤں ہٹا، اور کہا کہ میں وہ شے دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے۔

---

[1] عن أبي سعيد الخدري قال: كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر وهو يسير على راحلته، فنفرت، فقلت: يا رسول الله، ما شأن راحلتك نفرت؟ قال: إنها سمعت صوت رجل يعذب في قبره، فنفرت لذلك(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٣٣٦٦)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه جابر الجعفي، وفيه كلام كثير، وقد وثق(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٢٩٠)

اس کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے واسطے پانچ ہزار فرشتے آئے تھے، اور شیطان کو نظر آئے، اس لیے وہ بھاگ گیا، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بڑے بڑے صحابہ تھے، ان میں اکثر کو فرشتے نظر نہیں آئے، معلوم ہوا کہ کشف کوئی کمالِ مقصود نہیں، عبادت اور مجاہدہ ریاضت سے اگر کسی کو یہ کشف ہی مطلوب ہو، تو وہ بڑی غلطی ہے (خطباتِ حکیم الامت ج ۲۳ ''راہِ نجات'' ص ۳۲۹، ۳۳۰، وعظ ''الاقتصاح'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: 1414ہجری)

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت و ریاضت وغیرہ کے ذریعہ کشف کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا بڑی غلطی ہے، آج بہت سے صوفیاء اس غلطی کے مرتکب ہیں، حالانکہ اس طرح کے کشف کا طالب ہونا کوئی کمال نہیں، اسی وجہ سے اس کے نہ ہونے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درجہ میں کوئی کمی نہیں آئی، اور نہ ہی کسی چیز کا کشف ہو جانے سے شیطان کو کوئی ترقی و کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک اور مقام پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کشف کا حاصل یہ ہے کہ وہ واقعات جو عالمِ مثال میں ہو رہے ہیں، اور عام نظروں سے مستور ہیں، وہ کسی کی نظر کے سامنے آ جائیں، ان کو دیکھ لے، اور عموماً مادّیات اور تعلقات سے قلب فارغ ہو، تو ایسا ہو جانا کچھ بعید (اور مشکل) نہیں ہوتا، اس کے لیے مقبول عنداللہ ہونا تو کیا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں، کافر، فاسق کو بھی حاصل ہو سکتا ہے، بلکہ پاگل و دیوانے کو بھی، کرامت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ کرامت کے معنیٰ خداوندی اعزاز کے ہیں، جو ان لوگوں کو حاصل نہیں، البتہ یہی انکشاف کسی شخص کو منجانب اللہ بطورِ کرامت کے بھی کرا دیا جاتا ہے، وہ کشف، کرامت بھی ہوتا ہے، جیسے عموماً اولیاء اللہ کے کشف ہیں (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۴، مجالسِ حکیم الامت، ص ۱۸۸و ۱۸۹، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخ اشاعت: 1422ہجری)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ کشف کے لیے مقبول بلکہ مسلمان اور عاقل ہونا شرط نہیں، اسی وجہ سے فاسقوں اور کافروں اور جانوروں اور شیطان کو بھی ہو سکتا ہے، اس لیے یہ حجت بھی نہیں، برخلاف نبیوں کے کہ ان کی طرف سے یہ بطور وحی اور معجزہ کے ہونے کی وجہ سے حجت ہے۔ ؎

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ''کشفِ قبور'' کے متعلق اپنے ملفوظات میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اس (کشفِ قبور) میں بہت غلطیاں ہوتی ہیں، کیونکہ جب ناسوت (یعنی عالمِ دنیا) کے کشف میں غلطیاں ہوتی ہیں، تو ملکوت (یعنی عالمِ برزخ) کے کشف میں تو بہت غلطیاں ہوسکتی ہیں، کیونکہ انسان کو بنسبت ناسوت (یعنی عالمِ دنیا) کے، ملکوت (یعنی عالمِ برزخ) سے بہت کم مناسبت ہے، مثلاً کسی مردہ کو معذب دیکھنے سے بدگمانی ہوتی ہے، اور منعم دیکھنے سے بے فکری پیدا ہوتی ہے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۲۳، ص ۲۳۷، ملفوظ نمبر ۱۰۱۱، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: 1424 ہجری)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ہی ایک مقام پر ہے:

کشفِ قبور کے متعلق ایک صاحب نے استفسار کیا، فرمایا کہ اس میں بہت غلطیاں ہوتی ہیں، کیونکہ جب ناسوت کے کشف میں غلطیاں ہوتی ہیں، تو ملکوت کے کشف میں تو بہت غلطیاں ہوسکتی ہیں، کیونکہ ملکوت سے تو انسان کو بہ نسبت ناسوت کے بہت کم مناسبت ہے، مثلاً کسی مردہ کو معذب دیکھنے سے بدگمانی ہوتی ہے، اور منعم دیکھنے سے بے فکری پیدا ہوتی ہے، غرض کشفِ قبور ہر طرح مضر ہے، ان امور میں خیال کی بھی بہت آمیزش ہوتی ہے، تلبیسِ ابلیس کا بھی اس میں احتمال رہتا ہے (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج ۱۷، ص ۲۹۷ ''حسن العزیز''، ملفوظ نمبر ۶۵۶، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: صفر المظفر 1425 ہجری)

بدگمانی اور بے فکری دونوں چیزیں گناہ ہیں، اور کشف، حجت اور دلیل نہیں، لہٰذا اس کی بنیاد پر کسی سے بدگمانی بھی جائز نہیں، اور کسی زندہ آدمی کی مخفی حالت کا تجسس کرنا بھی جائز نہیں، پھر مُردہ کا تجسس کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

---

[1] وقال الكرماني: صوت الميت من العذاب يسمعه غير الثقلين، فكيف سمع ذلك؟ ثم أجاب بقوله: هو في الضجة المخصوصة وهذا غيرها، أو سماع رسول الله صلى الله عليه وسلم على سبيل المعجزة (عمدة القاري شرح صحيح البخاري للعيني، ج۸ ص ۲۰۶، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر)

اور جب دنیا کے اندر موجود چیز کے متعلق کشف میں غلطیاں ہوتی ہیں، تو عالمِ برزخ اور کشفِ قبور کے سلسلہ میں تو زیادہ غلطیوں کے امکانات ہوتے ہیں، پھر ایک ایسی چیز کی وجہ سے کہ جس میں خود غلطی اور بہت غلطیوں کا امکان ہے، کسی کے متعلق معذب یا غیر معذب ہونے کا حکم لگانا کیونکر درست اوراس سے بڑھ کر حجت ہوسکتا ہے۔

چنانچہ جس شخص کے قبر و برزخ میں جانے کے بعداس کے حالات کا کشف کیا جا رہا ہے، اگر وہ شخص اس کشفِ قبور کے مدعی کے زمانہ میں زندہ ہوتا اوراس کے قریب میں دیوار وغیرہ کے پیچھے یا کسی دوسرے گھر میں موجود ہوتا، تو اس شخص کو پس پردہ شخص کی حالت کا اس طرح علم نہیں ہوسکتا تھا، پھر کسی کے اس دنیا سے چلے جانے اور ایک دوسرے عالم یعنی عالمِ برزخ اور قبر میں پہنچ جانے کے بعد کیسے علم ہوسکتا ہے، البتہ اللہ کسی کو خود سے کسی پر کوئی حالت منکشف فرمادے، تو وہ الگ بات ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے منکشف فرمادیا تھا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْکَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هَذَا (سورة هود، رقم الآية ۴۹)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں، وحی کرتے ہیں ہم ان کی آپ کی طرف، نہیں جانتے تھے، آپ خود ان کو اور نہ آپ کی قوم اس سے پہلے (سورہ ہود)

اور ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا. إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (سورة الجن، رقم الآية ۲۵)

ترجمہ: (اللہ) عالم الغیب ہے، وہ ظاہر نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو، مگر رسول میں سے جس کو چاہتا ہے (سورہ جن)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا

تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيْمٌ (سورۃالحجرات،رقم الآیۃ ۱۱و۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو!تم بہت سے گمان قائم کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں،اورتم تجسس نہ کرو،اورتم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں،کیاتم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے،اس کوتم ناپسند کرتے ہو،اوراللہ سے ڈرو،بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا،رحیم ہے(سورہ حجرات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، لَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَنَافَسُوْا، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا (مسنداحمد،رقم الحدیث ۷۸۵۸)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے،اورتم ایک دوسرے کا تجسس نہ کرو،اورایک دوسرے کی باتیں نہ سنو،اور(دنیا کے معاملات میں)ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو،اورایک دوسرے پر اپنی فوقیت وبرتری ظاہر نہ کرو،اورایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو(یعنی اعراض نہ کرو) اورایک دوسرے سے بغض نہ رکھو،اورتم اللہ کے بندے بھائی بھائی ہوجاؤ(مسند احمد)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک مقام پرفرماتے ہیں:

کسی کشف کا خالی از تلبیس (یعنی شیطانی ونفسانی ملاوٹ سے پاک) ہونا اس کومستلزم نہیں کہ اس کوشرعی حجت بنالیا جائے،جیسے کسی شخص نے عید کا چاند تنہا دیکھا ہو،اوراس کو اس دیکھنے میں کوئی شبہ اور تلبیس بھی نہ ہو،مگر اس کا تنہا دیکھنا حجتِ شرعیہ نہیں،اس کی بنا پر قاضی لوگوں کو عید کرنے کا حکم نہیں دے سکتا(ملفوظاتِ حکیم الامت،ج۲۴،مجالسِ حکیم الامت، ص۱۱۲،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،تاریخِ اشاعت:1422ہجری)

www.idaraghufran.org

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جو کشف ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہو، وہ بھی شرعی حجت نہیں، تو پھر کون سے بزرگ کا کشف ایسا رہ جاتا ہے کہ جس کو حجت قرار دیا جائے، اس کی بنیاد پر کسی کے معذب یا غیر معذب اور جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم لگایا جائے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کشفِ قبور اور کشوفِ کونیہ ہرگز قابلِ التفات نہیں کہ سب اطفالِ سلوک کے کھیل ہیں، اکثر پُر خطر اور قاطع راہِ مقصود ہو جاتے ہیں'' (حکایاتِ خلیل، حصہ دوم، صفحہ ۱۱۴، مؤلفہ: حضرت مولانا محمد ثانی حسنی ندوی مظاہری صاحب، مطبوعہ: مکتبۃ الشیخ، بہادرآباد، کراچی)

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جب اس طرح کے حضرات کے کسی قول یا فعل پر شرعی اعتبار سے گرفت کی جاتی ہے، تو وہ بعض صوفیاء کا حوالہ دے کر اس کو سندِ جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ اگر صوفیائے کرام اور محقق علمائے کرام وفقہائے عظام میں اختلاف کے وقت محقق فقہاء وعلماء کے موقف کو صوفیائے کرام کے موقف اور عمل پر ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، اور غیر محققین کے قول کی یا تو تاویل کی جاتی ہے، یا ان کو معذور خیال کر کے ان کی شان میں لب کشائی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیاء وعلماء کا باہم اختلاف ہے، جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے، تو حق بجانبِ علماء معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیاء کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے، پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جاوے، وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبۂ ولایت سے اخذ کیا جاوے، کئی درجے بہتر اور حق ہوگا'' (مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، دفترِ اول، حصہ چہارم، ص ۵۲۰، ۵۲۱)

ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہّات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے، اور حق تعالیٰ کے غیر کو حق تعالیٰ نہ جاننا چاہیے، مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں۔ اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے، کاش کہ مجتہدِ مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا، تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس واجتہاد اصولِ شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف (صوفیاء کے) کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق ڈھونڈنا چاہیے۔ اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہیے۔ اور حسنِ ظن کے ساتھ ان پر طعن کرنے سے لب باندھنے چاہئیں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات (یعنی صوفیاء کی ایسی باتیں جو کسی خاص حالت کے غلبہ کی وجہ سے اُن سے سرزد ہوتی ہیں) سے جاننا چاہیے اور ظاہر سے اس کو پھیرنا چاہیے‘‘ (مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر۲۷۲، دفترِ اول، حصہ پنجم، ص۵۵۶)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، اپنے وعظ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’فقہاء رحمہم اللہ (دین کے حقیقت شناس ہیں اور اس کے آثارِ قریبہ وبعیدہ سب پر ان کی نظر محیط ہوتی ہے) محبت کے ہر اقتضاء پر عمل کی اجازت نہیں دیتے، بخلاف غیر محقق صوفیہ کے، کہ محبت کے آثارِ حالیہ (وقتی) کے غلبہ میں بعض اوقات اُن کی نظر سے آثارِ مآلیہ (آئندہ کے) غائب ہوجاتے ہیں، اسی لیے صوفیاء اور علماء میں جب بعض اوقات نزاع ہوا ہے تو بعض اہلِ کشف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشۂ خاطر علماء کی حمایت ورعایت کی طرف معلوم ہوا ہے............

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ نبوی میں علماء کی رعایت زیادہ ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ

غیر محقق صوفیاء کی نظر صرف ایک پہلو پر ہے کہ اپنے جذبات پر عمل کر کے جی خوش کرلیا، جو بات معلوم ہوئی کہہ ڈالی اور علماء کی نظر صوفیاء کے جذبات کے ساتھ دوسروں کے جذبات پر بھی ہے کہ نظامِ اسلام میں فرق نہ آئے‘‘ (خطباتِ حکیم الامت، جلد۵ ،مواعظِ میلادُ النبی صفحہ۲۵۹و۲۶۰،وعظ: المورِدُ الفرسخی فی المولدالبرزخی ۔مطبوعہ:المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور۔سنِ اشاعت:۱۹۹۲ء)

مذکورہ تفصیلات کوسامنے رکھ کرموجودہ زمانہ میں کشفِ قبور کے مدعی حضرات کی طرف سے پیدا کردہ کئی غلط فہمیوں کاازالہ ہوجاتا ہے۔

آج کل بعض صوفیائے کرام کے طبقات، کشفِ قبور کے دعوے کی بنیاد پر بعض فوت شدہ حضرات کے جنتی اور جہنمی ہونے کے بھی فیصلے صادر فرمادیتے ہیں،بعض حضرات نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ انہوں نے کشفِ قبور کی بنیاد پر’’ قائدِ اعظم محمد علی جناح‘‘ کوعذابِ قبر میں مبتلا پایا۔

جبکہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اولاً تو اس طرح کا کشف حجت نہیں، جس پر دوسرے کو یقین کرنا اور اس کو قبول کرنا ضروری نہیں، خواہ اس طرح کے کشف کا مدعی کوئی بڑا بزرگ ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرے اس کی بنیاد پر کسی مسلمان سے بدگمانی جائز نہیں۔

تیسرے اس طرح کے کشف میں کئی قسم کی غلط فہمیوں بلکہ شیطان کی تلبیس کا بھی امکان ہوتا ہے، لہٰذا ایسے مکاشفات پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، مگر تعجب ہے کہ بعض لوگ اس قسم کے مکاشفات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، اور اس پر بزرگی کا مدار رکھتے ہیں، جو بھاری غلطی ہے۔

رہا بعض صوفیائے کرام کا معاملہ، جو اس قسم کی چیزوں میں مبتلا ہیں، تو ان کے بارے میں پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ عافیت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں شرعی امور اور شرعی قواعد کے حجت ہونے اور محققین کے قول کو مقدم رکھا جائے، اور اسی کے مطابق عام حکم بیان کیا جائے، اور اس کے برخلاف بعض صوفیائے کرام کے اقوال کی مناسب تاویل کی جائے، جس سے شریعت کے اصول وقواعد متاثر نہ ہوں، اور بے راہ روی سے حفاظت ہو، یا کم از کم ان صوفیائے کرام کو اس طرح کے

اقوال وافعال میں معذور خیال کیا جائے، اوران کی شان میں لب کشائی کرنے سے پرہیز کیا جائے، اوران کے معاملہ کواللہ کے حوالہ کردیا جائے، اوراللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھا جائے:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٣٤، ورقم الآية ١٤١)

ترجمہ: یہ ایک امت تھی جو گزرچکی، اس کے لیے ہے، وہ عمل جو اس نے کیا، اور تمہارے لیے ہے، وہ عمل جو تم نے کیا، اورنہیں سوال کیا جائے گا تم سے ان کے کیے ہوئے اعمال کے بارے میں (سورہ بقرہ)

اوراگراس کے باوجود کوئی کشفِ قبور کے سلسلہ میں پیچھے قرآن وسنت اور محققین کے بیان کردہ موقف کو غلط قراردے، تو ہم اس کا جواب مندرجہ ذیل آیت کے مطابق دیں گے:

قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ (سورة سبأ، رقم الآية ٢٥)

ترجمہ: آپ فرمادیجیے کہ نہیں سوال کیا جائے تم سے ہمارے کیے ہوئے جرم کے بارے میں، اورنہیں سوال کیا جائے گا ہم سے تمہارے کیے ہوئے عمل کے بارے میں (سورہ سبأ)

اللہ اس طرح کی غلطیوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

مقالات و مضامین ادارہ

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی

گزشتہ کئی سالوں سے ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی کا نظم قائم ہے، حسبِ سابق اس سال بھی ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی کا نظم قائم کیا گیا ہے، ادارہ غفران میں ہونے والی اجتماعی قربانی سے متعلق جو ہدایات و شرائط جاری کی گئی ہیں، ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(1) صرف صحیح العقیدہ مسلمان ہی قربانی میں شرکت فرمائیں۔

(2) قربانی میں مالِ حلال سے حصہ ڈالنے کا اہتمام فرمائیں۔

(3) شرکت کنندہ کی جانب سے ادارہ کی انتظامیہ جانور کی خرید اور مختلف انواع (وہڑے، کٹے، اونٹ کے نر و مادہ) کی تعیین سے لے کر ذبح کرنے کرانے، گوشت بنوانے اور دیگر متعلقہ اخراجات وغیرہ، کرنے کی آخری مراحل تک مجاز ہوگی، پیشگی اجازت ہونی چاہیے تاکہ شرعی طریقہ پر قربانی صحیح ہو جائے۔

(4) انتظامی مشکلات کی وجہ سے مغز کو حصوں میں شامل کرنے کا انتظام نہیں ہوتا، لہٰذا شرکاء کی طرف سے ادارہ کی انتظامیہ کو اس میں تصرف کا اختیار ہونا چاہئے، اور اجتماعی قربانی کے جانوروں کی کھالیں ادارہ غفران کے فنڈ و مصارف میں جمع ہو کر ثوابِ دارین کا باعث ہو جاتی ہیں، لہٰذا پہلے سے شرکاء کی طرف سے ان چیزوں کی اجازت ہونی چاہئے۔

(5) پائے حصہ میں شامل کر کے گوشت کے ساتھ ملائے جاتے ہیں۔

(6) اجتماعی قربانی میں اسی سال کی ادا قربانی کی نیت سے شامل ہوا جا سکتا ہے۔

(7) قربانی کے دن قربانی کے وقت سے متعلق ادارہ سے رابطہ رکھا جائے، یا ادارہ کی طرف سے فون کے ذریعہ اطلاع ہونے پر بروقت اپنے حصہ کا گوشت حاصل کر لیا جائے، اس سلسلہ میں کوتاہی سرزد ہونے پر انتظامیہ کو مشکلات اور بدنظمی کا سامنا ہوتا ہے، اور تاخیر ہونے پر گوشت کے خراب و ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، خاص طور پر موسمِ گرما میں تاخیر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

(8) قربانی کے عمل اور اس سے متعلقہ ضروریات وغیرہ کے اخراجات کو قربانی کے لیے جمع شدہ

حصوں کی رقم کی مد سے منہا اور خرچ کیا جاتا ہے، نیز قربانی کے انتظامات میں استعمال و مشغول ہو کر بچ جانے والی بعض اشیاء مثلاً ترازو، وزن کرنے والے ٹب وغیرہ، جن کی واپسی ممکن نہیں ہوتی، قربانی کے عمل کے اختتام پر ادارہ پر وقف یا اس کی متعلقہ ضروریات میں استعمال ہو جاتی ہیں۔

(9) جانور کے چارہ پانی اور دیگر تمام اخراجات بھی قربانی کی قیمت میں شامل ہوتے ہیں، اور ادارہ کی طرف سے سستے جانور خریدنے کی ممکنہ کوشش ہوتی ہے، تاہم مارکیٹ کے اعتبار سے قیمت میں اتار چڑھاؤ ایک واضح چیز ہے، اس لئے اجتماعی قربانی کے تمام جانور یکساں قیمت اور وزن کے نہیں ہوتے۔

(10) ادارہ کی طرف سے مقررہ وقت پر قربانی کرانے کی کوشش ہوتی ہے، لیکن انتظامی عوارض سے تاخیر کا امکان ہوتا ہے، اور پہلے دن قربانی کے جانوروں کی تعداد مکمل ہونے پر، دوسرے، تیسرے دن قربانی ادا کی جاتی ہے، جس کے گوشت بنانے میں زیادہ سہولت بھی رہتی ہے، اس لئے پہلے دن باری نہ آنے پر تشویش نہیں ہونی چاہئے۔

(11) حساب و کتاب صاف کرنے اور اپنی باقی ماندہ رقم کے حصول کے لئے قربانی کے زیادہ سے زیادہ ایک ماہ بعد تک رابطہ کر کے حساب بے باق کر لینا چاہئے، تاکہ انتظامیہ کو دشواری کا سامنا نہ ہو، بصورتِ دیگر باقی ماندہ رقم ادارہ کے فنڈ میں جمع کر لی جائے گی۔

امسال1439ھ(2018ء) کے لئے اجتماعی قربانی میں فی حصہ قیمت

ادنیٰ حصہ: آٹھ ہزار پانچ سو روپے(-/8500)

عام حصہ: گیارہ ہزار روپے(-/11000)

حصہ لینے کے خواہش مند حضرات تفصیلات کے لئے

ادارہ غفران سے درج ذیل پتہ یا فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

ادارہ غفران ٹرسٹ، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی

051-5507270-0333-5365831

www.idaraghufran.org

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: آٹھویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۷۵۱ھ: میں حضرت ابوالربیع سلیمان بن عسکر بن عساکر حبراصی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۲ ص۱۰)

□......ماہِ رجب ۷۵۶ھ: میں حضرت فخرالدین ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن ممدود تمیمی شیرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الشافعیة لابنِ قاضی شهبة، ج۳ص۱۹)

□......ماہِ رجب ۷۶۴ھ: میں حضرت محمد بن حسن بن علی بن عمر قرشی اموری اسنائی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الشافعیة لابنِ قاضی شهبة، ج۳ص۱۲۱)

□......ماہِ رجب ۷۷۰ھ: میں حضرت شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن خلف بن کامل بن عطاء اللہ دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (طبقات الشافعیة لابنِ قاضی شهبة، ج۳ص۱۲۳)

□......ماہِ رجب ۷۷۳ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ بہاؤالدین ابوحامد احمد بن علی بن عبدالکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن تمام سبکی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(طبقات الشافعیة لابنِ قاضی شهبة، ج۳ص۸۰)

□......ماہِ رجب ۷۷۴ھ: میں حضرت تقی الدین ابوالمعالی محمد بن رافع بن ہجرس بن محمد بن شافع سلامی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الشافعیة لابنِ قاضی شهبة، ج۳ص۱۲۵)

□......ماہِ رجب ۷۷۶ھ: میں حضرت جمال الدین محمد بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالمعطی خزرجی مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۱ ص۴۷)

□......ماہِ رجب ۷۷۷ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عبدالکریم بن ابوبکر بن حسین بعلبکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۱ ص۳۳۹)

□......ماہِ رجب ۷۷۸ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالقادر ارتاحی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۱ ص۲۶۱)

□......ماہِ رجب ۷۷۹ھ : میں حضرت قاضی القضاۃ سری الدین ابوالخطاب محمد بن محمد بن عبدالرحیم بن علی بن عبدالملک مسلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۱ ص ۲۳۱)

□......ماہِ رجب ۷۸۰ھ: میں حضرت شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل طبری مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۱ ص ۳۷۷)

□......ماہِ رجب ۷۸۱ھ: میں حضرت ناصرالدین ابوعبداللہ محمد بن علی بن یوسف بن ادریس دمیاطی حروای رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۱ ص ۱۹۴)

□......ماہِ رجب ۷۸۳ھ: میں حضرت کمال الدین عمر بن عثمان بن ہبۃ اللہ بن معمر مقری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۲ ص ۲۴۶)

□......ماہِ رجب ۷۸۶ھ: میں حضرت کمال الدین ابوالفضل محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن قاسم بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن عبداللہ قرشی عقیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الشافعیۃ لابنِ قاضی شھبۃ ،ج ۳ ص ۱۶۳)

□......ماہِ رجب ۷۸۶ھ: میں حضرت قاضی بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد ہکاری صلتی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(طبقات الشافعیۃ لابنِ قاضی شھبۃ ،ج ۳ ص ۱۶۶)

□......ماہِ رجب ۷۹۴ھ: میں حضرت بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن بہادر بن عبداللہ مصری زرکشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(طبقات الشافعیۃ لابنِ قاضی شھبۃ ،ج ۳ ص ۱۶۹)

□......ماہِ رجب ۷۹۵ھ: میں حضرت زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن حسن بن محمد بن مسعود سلامی بغدادی دمشقی حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی،ص ۵۴۰،ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۲ ص ۷۲)

□......ماہِ رجب ۷۹۷ھ: میں حضرت شہاب الدین ابوالعباس احمد بن حسن بن زین محمد بن محمد بن احمد بن علی قیسی قسطلانی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی ،ج ۱ ص ۳۰۹)

علم کے مینار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (قسط:33) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور ان کے مختصر حالات (حصہ سوم)

آپ کے فقہاء شاگرد

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے امام صاحب رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں تفقہ فی الدین کی تعلیم ہوا کرتی تھی کہ جن میں علماء وفضلاء کی بڑی جماعت شریک رہتی تھی، جن میں سے ہر ایک آگے چل کر اپنے وقت کا امام بنا، ان میں بعض حضرات شیوخ الحدیث کہلائے، جن کے مختصر حالات گزشتہ اقساط میں ذکر ہو چکے ہیں، اور بعض حضرات فقہ واجتہاد کے شیوخ کہلائے، اور فقہ کے ترجمان وناشر بنے۔
جن میں سے چند مشہور تلامذہ کے مختصر حالات درج ذیل ہیں:

(1)......امام ابو یوسف

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فقہ حنفی کے مشہور امام ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے مقدم مانے جاتے ہیں، آپ کا شمار فقیہ وامام ہونے کے ساتھ ساتھ محدثین میں بھی ہوتا ہے، اجتہاد کے درجہ پر بھی فائز تھے، اسی وجہ سے امام، فقیہ، محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد بھی کہلاتے ہیں۔
چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"هو الإمام، المجتهد ، العلامة، المحدث، قاضي القضاة"

آپ کا مکمل اسمِ گرامی ''یعقوب بن ابراہیم بن حبیب'' ہے، ابو یوسف کنیت تھی، آپ صحابی رسول حضرت سعد بن حبتہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، جو کہ انصاری صحابی ہیں، اور غزوۂ خندق کے علاوہ دیگر غزوات میں بھی شامل رہے ہیں۔
آپ کو تین عباسی خلفاء ہادی، پھر مہدی اور اس کے بعد ہارون رشید کی طرف سے عہدۂ قضا سپرد کیا گیا، اور اس اس وجہ سے آپ ''قاضی القضاۃ'' اور ''قاضی قضاۃ الدنیا'' کے لقب سے

مشہور ہوئے، اور اس طرح آپ وہ پہلی شخصیت ہیں کہ جن کے نام کے ساتھ ’’قاضی القضاۃ‘‘ کا لقب لگا، اور خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ہی 182 ہجری میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، اور تب بھی اسی عہدہ پر فائز تھے۔

فقہ کی تعلیم آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کی، اور فقہ حنفی کے سب سے پہلے ناشر اور ترجمان بنے، آپ کی پیدائش 113 ہجری میں کوفہ میں ہوئی، اول آپ نے حدیث اور روایت کا علم حاصل کیا، پھر امام صاحب کے حلقہ سے منسلک ووابستہ ہوگئے، جس کا واقعہ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ:

’’میں تنگدستی اور معاشی طور پر مشکل حالات میں امام صاحب سے تعلیم حاصل کررہا تھا، ایک دن میرے والد آئے، تب میں امام صاحب کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، اور مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے، اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تم اپنی برابری ابوحنیفہ کے ساتھ نہ کرو، اس لئے کہ ابوحنیفہ خوشحال آدمی ہیں، اور تم ان کی طرح خوش حال نہیں، اور تمہیں ذریعۂ معاش کی ضرورت ہے، اس کے بعد میں نے امام صاحب کی طرف آمد ورفت ختم کردی، اور اپنے والد کے ساتھ جانے لگا، پھر جب میں کئی دن امام صاحب کے حلقہ درس سے غائب رہا، تو امام صاحب نے باقی حلقہ نشینوں سے میری عدمِ موجودگی کے بارے میں پوچھا، پھر ایک دن میں دوبارہ امام صاحب کے حلقہ درس میں گیا، تو آپ نے غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن اور والد کے ساتھ کام و کاج میں ان کی اطاعت کرنے کا عذر بیان کیا، آپ نے مجھے مجلس ختم ہونے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر جب سب لوگ چلے گئے، تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی، اور فرمایا کہ اس سے اپنا کام چلاؤ، پھر جب میں نے وہ تھیلی کھولی، تو اس میں سو درہم تھے، اور ساتھ ہی مجھ حلقۂ درس میں برابر حاضری کا حکم فرمایا، اور فرمایا کہ جب یہ رقم ختم ہوجائے، تو مجھے بتادینا، اس کے تھوڑے دن بعد بغیر کہے سُنے سو درہم سے بھری ہوئی ایک دوسری تھیلی بھی دے دی، پھر میں برابر ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتا رہا، مجھے نہیں یاد کہ آپ نے کبھی مجھے خالی ہونے دیا، جب کہ میں ان کو اس بات کی خبر بھی نہیں دیتا تھا، مگر آپ خود بغیر کہے سنے مجھے ایک تھیلی دے دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں غنی اور مالدار

ہو گیا‘‘(اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ للصیمیری،ص۹۹)

قاضی القضاۃ امام ابوسف رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے، جس کی تفصیل دیگر تاریخ وسوانح کی کتب میں بھی ملتی ہے۔

اجتہادی صلاحیتیں

آپ آخر وقت تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حلقۂ درس سے وابستہ رہے، گویا آپ کو فقہ مکمل طور پر حفظ تھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ آپ تفقہ واجتہاد میں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دیگر تلامذہ اور اپنے ہم عصر اصحاب میں سب سے آگے تھے، اور آپ کا شمار اپنے زمانے کے کبار ’’اتباعِ تابعین‘‘ میں تھا، تفقہ واجتہاد کا دارومدار قرآن وحدیث پر ہے، ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے بغیر کوئی عالم فقیہ و مجتہد نہیں بن سکتا، فرق صرف اتنا ہے کہ ایک محدث، حدیث کی روایت کو زیادہ سے زیادہ ترجیح دیتا ہے، مگر ایک فقیہ حدیث کی روایت سے زیادہ، حدیث کی درایت اور اس سے مسائل کے استخراج واستنباط پر توجہ دیتا ہے، اور جیسا کہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ محدث بھی تھے، اس لیے اس باب میں بھی آپ کو خصوصی مقام حاصل تھا، اجتہادی صلاحیتیں بھی موجود تھیں، اور اس باب کی باریکیوں اور پیچیدگیوں سے بھی آپ بخوبی واقف تھے۔

تفقہ واجتہاد میں خصوصی مقام

امام صاحب کی وفات کے بعد زمانہ میں کافی تغیر واقع ہو چکا تھا، جس کے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتہاد اور نئے مسائل کے استنباط کی ضرورت تھی، اس لیے آگے چل کر بہت سے مسائل میں آپ نے اپنے اجتہاد اور غوروفکر سے بھی کام لیا، جن کو امت میں قبولیت بھی حاصل ہوئی، اور آج بھی بہت سے مسائل میں آپ کے اقوال پر فتویٰ دیا جاتا ہے، جیسا کہ فقہ حنفی میں ’’قضا‘‘ کے باب میں آپ کے اقوال پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو جن چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون و مرتب کیا تھا، ان میں آپ کا نام سب سے مقدم ہے، آپ نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ کے ذریعہ

حنفی مسلک کو دنیا بھر میں پھیلایا، اور بعض دفعہ قرآن وسنت میں غور وفکر کر کے اور اپنے اجتہاد کی روشنی میں دوسرے مسالک جیسا کہ شافعی اور مالکی مسلک وغیرہ پر بھی فتویٰ دیا، اور فرمایا کرتے تھے کہ:

میں نے اپنے جس قول میں بھی امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے، وہ دراصل (کبھی نہ کبھی) امام صاحب کا قول ہی رہا ہے، مگر یہ کہ آپ نے اس سے رجوع کرلیا تھا (مگر میں نے دلائل میں غور وفکر کیا، اور اپنے اجتہاد کے مطابق اس پر عمل کیا)[1]

آپ چونکہ اپنے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، اس طرح آپ کے بہت سے فیصلے فقہ حنفی میں خصوصی مقام رکھتے تھے، جن کی روشنی میں آج بھی دنیا بھر کے علمائے کرام ومفتیانِ عظام وقت کی ضرورتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے فتاویٰ دیتے اور فیصلے فرماتے ہیں۔

امام صاحب کی عزت واحترام

آپ اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہایت قدر کیا کرتے تھے، اور اس بات کا اقرار کیا کرتے تھے کہ امام صاحب کی کاوشوں سے ہی آپ علم میں ایک خاص مقام حاصل کر پائے، اور دنیاوی اعتبار سے بھی امام صاحب کی سخاوت وجودت سے غنی ومالدار ہوئے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

ابوحنیفہ ہر شخص کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے والے تھے کہ جسے آپ جانتے تھے، اور بعض دفعہ آپ کسی کو پچاس دینار یا اس سے بھی بڑی رقم ہبہ کیا کرتے تھے، اور اگر یہ شخص آگے سے آپ کا شکر ادا کرتا، تو آپ غمگین ہوجاتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم میرا شکر ادا کرتے ہو، حالانہ یہ رزق ہے، جو اللہ نے آپ کی طرف جاری کردیا، نہ میں کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کسی سے کچھ روک سکتا ہوں (اخبار ابی حنیفة و اصحابه للصیمیری، ص ۵۹)

امام صاحب کی طرف سے حوصلہ افزائی

امام صاحب رحمہ اللہ کو بھی آپ سے بے پنہا محبت اور لگاؤ تھا، آپ نے اپنے جن شاگردوں سے

[1] ما قلت قولا خالفت فيه أبا حنيفة إلا وهو قول قاله ثم رغب عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ا، ص ۳۳۹، تحت الترجمة: ابویوسف)

فرمایا تھا کہ تم میرے دل کی ٹھنڈک ہو،ان میں آپ بھی شامل تھے، یہ واقعہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے، جس کو آپ آپ خود اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''ایک دن بارش ہورہی تھی، اور ہم امام صاحب کے حلقۂ درس میں، ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے، حاضرین میں داؤد طائی، قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، حفص بن غیاث، وکیع بن جراح، مالک بن مغول اور زفر بن ہذیل تھے، آپ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تم لوگ میرے دل کا سرور ہو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، میں نے تمہیں تفقہ فی الدین میں اس قابل بنادیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع میں دوڑتے ہوئے آئیں گے، اور تمہارے منہ سے نکلی ہوئی ایک ایک بات کو تلاش کرتے ہوں گے، تم میں سے ہر ایک عہدۂ قضاء کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر، اور جو عظیم الشان علم اس نے تمہیں اپنے پاس سے عطا کیا، اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم اس علم کو ذریعہ معاش مت بنانا، اور اگر تم میں سے کوئی عہدۂ قضاء کی آزمائش میں مبتلا ہوجائے، اور پھر وہ اپنے اندر کوئی خرابی محسوس کرے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو، اور عوام اس سے بے خبر ہوں، تو اس کے لیے منصبِ قضاء پر رہنا جائز نہیں، اور اس سے حاصل شدہ وظیفہ (وآمدنی) پسندیدہ نہیں، اور اگر مجبوراً اس منصب کو سنبھالنا پڑے، تو عوام سے بے تعلق نہ ہو، اور اپنے محلّہ کی مسجد میں لوگوں کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا، اور ہر نماز کے بعد اور خاص طور پر عشاء کی نماز کے بعد ان سے ان کی ضروریات کے بارے میں پوچھنا (اگر کوئی ضرورت مند مل جائے، تو اس کی مدد کرنا) اور پھر اپنے گھروں کو جانا۔ اور اگر کبھی کسی بیماری کی وجہ سے مجلسِ قضاء سے غیر حاضر رہو، تو اس دن کی تنخواہ ساقط کردینا، اور جو امام بھی فیصلہ میں ناانصافی کرے، تو اس کی امامت باطل ہوجائے گی، اور اور اس کا فیصلہ جائز اور قابلِ قبول نہ ہوگا'' (مناقب الامام للذھبی، ص۲۸)

حدیث کے باب میں بھی آپ کافی شہرت رکھتے تھے، منقول ہے کہ آپ محدثین کے ہاں حاضر ہوتے، اور پچاس ساٹھ احادیث بآسانی یاد کرلیتے تھے، اور پھر ان کو املا کرادیتے۔

امام ابو یوسف، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پہلے شاگرد ہیں کہ جنہوں نے تصنیف وتالیف کا کام لیا، اور امام صاحب کے افکار ونظریات کو مدون کیا، تصنیف وتالیف کے معاملہ میں وسیع مطالعہ کی حامل شخصیت تھے، اصولِ فقہ سے متعلق سب سے پہلے آپ نے ہی ایک کتاب تالیف کی، جس کی بنیاد آپ نے امام ابوحنیفہ کے مسلک کے اصولوں پر رکھی، آپ کو تفسیر، مغازی اور عربوں کی تاریخ سے متعلق بھی گہرا علم حاصل تھا، اس کے علاوہ مختلف فنون میں آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں، جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

(1)......الخراج لابی یوسف (2)......کتاب الآثار "مسند الامام ابی حنیفة" (3)......النوادر (4)......اختلاف أبی حَنیفة و ابن أبی لیلی (5)......الرد علی سیر الأوزاعی (6)......ادب القاضی (7)......الجوامع (8)......اختلاف الامصار (9)......الامالی فی الفقه (10)......الوصایا (11)......کتاب البیوع (12)...... کتاب الصید و الذبائح (13)......کتاب الوکالة.

(الاعلام للزرکلی، ج۸، ص ۱۹۳، تحت الترجمة: ابویوسف)

کتاب الخراج

امام ابو یوسف کی مشہور تصنیف "کتاب الخراج" ہے، جو ہارون رشید کی درخواست پر تحریر کی تھی، اس میں مختلف مضامین ہیں لیکن زیادہ خراج کے مسائل ہیں، اور اس لئے اس کو ہر زمانہ کا قانونِ مال گزاری کہہ سکتے ہیں، اس کتاب میں زمین کے اقسام، لگان کی مختلف شرحیں کاشتکاروں کی حیثیتوں کا اختلاف، پیداوار کی قسمیں اور اس قسم کے دوسرے مسائل کو بہت ہی خوبی اور دقتِ نظر سے منضبط کیا اور ان کے قواعد اور ہدایتوں کے ساتھ جابجا ان ابتریوں کا ذکر ہے جو انتظامات سلطنت میں موجود تھیں، اور ان پر نہایت بے باکی کے ساتھ خلیفۂ وقت کو متوجہ کیا ہے۔ [1]

آپ کی وفات ماہِ ربیع الاول، 182 ہجری میں بغداد میں ہوئی، اور قریش نامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (معجم المولفین، ج۱۳، ص ۲۴۰، باب الیاء)

---

[1] هذا ما کتب به أبو یوسف رحمه الله إلی أمیر المؤمنین هارون الرشید......إن أمیر المؤمنین أیده الله تعالی سألنی أن أضع له کتابا جامعا یعمل به فی جبایة الخراج...... (الخراج لابی یوسف، ص ۱۳، مقدمة المولف)

تذکرۂ اولیاء　حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط24)　مفتی محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حُکّام کی حیثیت اور اُن کے فرائض

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود وقت کے خلیفہ ہونے کے عیش وآرام کی زندگی کے بجائے جفاکشی اور سادہ زندگی اختیار کررکھی تھی، آپ کی خوراک، لباس اور رہن سہن سادہ تھا، اور دوسرے حُکّام کے لئے ایک نمونہ تھا۔

چنانچہ ربیع بن زیاد حارثی سے روایت ہے کہ:

وہ ایک وفد میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہیں عمر رضی اللہ عنہ کی حالت پر تعجب ہوا، تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے خشک وثقیل کھانے کی جوانہوں نے کھایا تھا، شکایت کی، اور عرض کیا کہ اے امیرُ المؤمنین! آپ لوگوں میں عمدہ کھانے، عمدہ سواری اور عمدہ لباس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

یہ سُن کر عمر رضی اللہ عنہ نے قریب میں پڑے ایک کاغذ کو اُٹھایا، اور اپنے سَر پر مارا، اور کہا کہ واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ تم نے یہ بات اللہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں کہی، بلکہ میرا تقرُّب حاصل کرنے کے لئے کی ہے، میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔

میں تمہیں غلط سمجھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میری اور ان (رعایا) کی کیا مثال ہے؟

انہوں نے کہ آپ کی اور ان (رعایا) کی کیا مثال ہے (بیان کیجئے!)

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (میری اور رعایا کی) مثال ایک جماعت جیسی ہے، جس نے سفر کیا اور اپنے اخراجات اپنی ہی قوم کے کسی شخص کے پاس رکھوادیے، اور اس سے کہہ دیا کہ ہم پر خرچ کرنا، تو کیا اس شخص کے لئے یہ بات حلال ہے کہ وہ اس مال میں سے اپنے لیے رکھ لے، ربیع بن زیاد نے کہا کہ اے امیرُ المؤمین! (یہ حلال) نہیں ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری اوران رعایا کی مثال ایسی ہی ہے، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ میں نے تمہارے حکمران کو اس لئے تم پر حاکم نہیں بنایا کہ وہ تمہارے منہ پر ماریں، یا تمہاری آبرو ریزی کریں، یا تمہارا مال چھینیں، بلکہ میں نے انہیں اس لئے تم پر حاکم بنایا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب، اور تمہارے نبی کی سنت سکھائیں، لہٰذا اگر کسی شخص پر اس کا حاکم کسی طرح کا بھی ظلم کرے، تو اسے اجازت ہے کہ وہ میرے پاس اس ظلم کی شکایت کرے، تاکہ میں عامل سے اس شخص کے لئے بدلہ لوں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیرُ المؤمنین! اگر کوئی امیر اپنی رعایا میں سے کسی شخص کو تعلیم اور ادب کی وجہ سے مارے، تو کیا آپ اس امیر سے بھی قصاص لیں گے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی وجہ نہیں کہ میں اس سے قصاص نہ لوں، میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے اُمراء کو لکھا کہ مسلمانوں کو اس طرح نہ مارنا کہ تم انہیں ذلیل کردو، اور نہ مسلمانوں کو اس طرح محروم کرنا کہ وہ نافرمان بن جائیں، اور نہ مسلمانوں کو محتاج بنانا کہ انہیں فتنہ میں ڈال دو، اور نہ مسلمانوں کو جھاڑیوں میں ڈال دینا کہ تم انہیں ضائع (وہلاک) ہی کردو (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر استخلاف عمر رضی الله عنه، ج۳، ص ۲۸۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ بیتُ المال یا اسلامی خزانہ دراصل حکمران اور بیتُ المال کے ذمہ داران کے پاس عوام کی امانت ہے، لہٰذا اس امانت کو اپنی ذات پر خرچ کرنا حکمران کے لئے کیسے حلال ہوسکتا ہے؟

نیز حکمرانوں کے لئے عوام کی تذلیل کرنا، عوام پر ظلم کرنا، عوام کو محروم کرکے انہیں محتاج بنادینا اور عوام کو فتنہ میں ڈالنا بھی حلال نہیں۔

حکام کا بیتُ المال سے تنخواہ لینے کا مطالبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حُکام کے لئے تنخواہیں مقرر کی تھیں،

مگر بیتُ المال اور اسلامی خزانہ کو ضائع کرنا یا اس میں خیانت کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ جریر بن حازم سے روایت ہے:

ابو موسیٰ نے ہم سے گفتگو کی کہ تم لوگ امیرُ المؤمنین سے کہو کہ بیتُ المال سے ہمارے لئے تنخواہ مقرر فرمادیں، ہم لوگ برابر اُن سے کہتے رہے (پھر ایک دن عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اے حکام کی جماعت! کیا تم لوگ اس چیز پر راضی نہیں ہو، جس پر میں راضی ہوں، اُن لوگوں نے کہا کہ اے امیرُ المؤمنین! مدینہ کی زمین ایسی ہے، جہاں کی زندگی سخت ہے، اور ہم لوگ آپ کے کھانے کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ پیٹ بھر کر کھایا جاسکے، کیونکہ ہم لوگ ایسی زمین میں ہیں، جو سرسبز و شاداب ہے، ہمارا امیر رات کا کھانا کھلاتا ہے، اور اس کا کھانا کھانے کے قابل ہوتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا (اور غور کرنے لگے) پھر اپنا سر اُٹھایا، اور فرمایا کہ ہاں میں نے تمہارے لئے بیتُ المال سے روزانہ دو بکریاں اور دو جریب (ایک پیمانہ) مقرر کیا، صبح کے کھانے میں ایک بکری، اور ایک جریب تم اور تمہارے ساتھی استعمال کریں، پھر (حلال) پانی منگا کر پیو، اور وہ پانی اپنے داہنی طرف والے کو پلاؤ، پھر جو اس کے ساتھ متصل ہو، اس کے بعد اپنے دن بھر کے کام کاج کرو، پھر جب شام کے کھانے کا وقت ہو، تو دوسری بکری اور دوسرا جریب تم اور تمہارے ساتھی استعمال کریں، پھر (حلال) پانی منگا کر پیو، اور وہ پانی اپنے داہنی طرف والے کو پلاؤ، پھر جو اس کے ساتھ متصل ہو۔

خوب سُن لو! لوگوں کا اُن کے گھروں میں پیٹ بھرو، اُن کے عیال کو کھلاؤ، کیونکہ تمہارا لوگوں کے ساتھ بداخلاق ہونا، انہیں خوش اخلاق نہیں بنائے گا، اور نہ ہی اُن کے بھوکوں کو سیر کرے گا، اور واللہ! اس پر بھی میں خیال کرتا ہوں کہ جس (خزانہ یا بیتُ المال) سے روزانہ دو بکریاں اور دو جریب لیے جائیں گے، تو یہ تیزی سے اُس خزانہ کو برباد کردے گا (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر استخلاف عمر، ج۳، ص ۲۷۹)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بچپن و کم عمری میں بولنے والے بچے (چھٹی و آخری قسط)

فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا

پیارے بچو! جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو اس رات معراج کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم اور جنت کے مختلف مناظر دکھلائے گئے۔ اسی دوران ہوا کا ایک تیز مگر نرم جھونکا آیا جس میں کچھ بھینی بھینی خوشبو تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس خوشبودار ہوا کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ ہوا میں خوشبو اور خوشبو میں بھیناپن فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی عورت اور اس کی اولاد کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''......ان کا کیا معاملہ تھا؟ ان کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ خوشبو آرہی ہے؟......''

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن وہ عورت فرعون کی بیٹی کے کنگھی سے بال سنوار رہی تھی۔ اسی دوران کنگھی اس کے ہاتھ سے پھسلی اور زمین پر جا گری۔ کنگھی کے گرتے ہی اس نے کہا ''بسم اللہ'' یعنی ''اللہ کے نام سے''

فرعون کی بیٹی نے یہ سنا تو سمجھی کہ میرے باپ فرعون کا نام لے رہی ہے۔ کیونکہ فرعون ظالم بادشاہ تھا۔ ظلم اور اپنی بادشاہت قائم رکھنے کے لیے ڈنڈے کے زور پر لوگوں سے اپنی خدائی کا لوہا منواتا تھا۔ لوگ فرعون کی عبادت کرتے تھے۔ فرعون کو ہی خدا سمجھتے تھے۔ اسی لیے فرعون کی بیٹی نے ''بسم اللہ'' سننے پر پوچھا ''تمہاری مراد میرا باپ فرعون ہے؟'' اس عورت نے جواب دیا ''نہیں، میرا اور تیرے باپ فرعون کا رب اللہ ہے'' فرعون کی بیٹی نے کہا ''کیا اس بات کی خبر میں اپنے باپ فرعون کو کردوں؟''

اس عورت نے کہا: ''بے شک''

فرعون کی بیٹی نے اس عورت کا سارا ماجرا اپنے باپ کو سنا دیا۔فرعون نے اس عورت کو بلوایا اور کہا:

''اے فلانی عورت! میرے علاوہ تیرا اور کوئی خدا ہے؟''

اس عورت نے کہا:

''جی ہاں میرا اور تیرا خدا اللہ ہے۔''

عورت کا یہ جواب سن کر فرعون طیش میں آ گیا،اور حکم دیا کہ تانبے کی بنی ہوئی گائے آگ پر سلگائی جائے جس کا اوپری حصہ دیگچی کی طرح کھلا ہو،اندر سے خالی ہو اور اس کے اندر پانی بھرا ہو۔سو فرعون کے حکم سے ایسی گائے کے نیچے آگ دھکائی گئی۔پھر فرعون نے حکم دیا کہ اس عورت اور اس کے بچوں کو اس گائے کے ابلتے ہوئے پانی کے اندر جھونک دیا جائے۔اس عورت نے کہا:

''میری ایک آخری خواہش ہے۔''

فرعون نے اس کی خواہش پوچھی۔اس عورت نے کہا:

''میرے مرنے کے بعد میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کی جائیں اور انہیں دفن کر دیا جائے''

فرعون کہا کہ تیری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔پھر فرعون کے حکم سے ایک ایک بچے کو باری باری اس کھولتے ہوئے پانی میں جھونکا گیا۔اب اس عورت کا صرف ایک دودھ پیتا بچہ رہ گیا تھا۔اس بچے کی وجہ سے وہ عورت کچھ گھبرانے سی لگی تھی۔یہ دیکھتے ہوئے وہ دودھ پیتا بچہ بولا:

''اے ماں! صبر رکھ۔بلا وف وخطر اس کھولتے ہوئے پانی میں کود پڑ۔کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے''

یہ سن کر اس عورت نے صبر کا سہارا لیا اور ثابت قدمی کی سیڑھی کو تھاما اور ابلتے ہوئے پانی میں کود پڑی(مسند احمد ج۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۸۲۱،صحیح ابن حبان ج۷ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۲۹۰۳،المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج۲ ص۵۳۸ رقم الحدیث ۳۸۳۵) [1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن، فقد سمع حماد بن سلمة من عطاء بن السائب قبل الاختلاط عند جمع من الأئمة، وأبو عمر الضرير: اسمه حفص بن عمر البصری روی له أبو داود، وهو صدوق، وباقی رجاله ثقات رجال الصحیح(حاشية مسند احمد)

قال الذهبی:صحیح(مستدرک حاکم)

بزمِ خواتین　(عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 13)　مفتی طلحہ مدثر

مرد و عورت میں عدل یا مساوات

معزز خواتین! یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ہمارے زمانے میں کچھ تنظیمیں یا آزاد خیال لوگ بڑی شدومد اور زور وشور کے ساتھ اس چیز کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں کہ مرد و عورت میں مساوات اور برابری ہونی چاہیے، جبکہ اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے، سب معاشرتی طبقات کی طرح مرد وزَن میں بھی عدل کا حکم دیتا ہے، نہ کہ مساوات یعنی برابری کا، آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا مساوات انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا عدل۔

اور کیا یہ خود ساختہ مساوات جس کا ڈھول پوری ڈھٹائی کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے، عملاً ممکن بھی ہے یا محض دیوانے کا خواب ہے؟

مساوات اور کفاءت میں فرق

مساوات کا مطلب ہے بالکل برابری کرنا جس میں بعض اوقات حقیقتاً عدل نہیں پایا جاتا جبکہ کفائت میں بالکل برابری نہیں ہوتی اس کے باوجود بھی عدل وانصاف کا پہلو زیادہ غالب رہتا ہے، اس معنیٰ کو ایک مثال سے سمجھیں ایک جگہ ۶۰ کلوگرام کی کوئی چیز موجود ہے جس کو دوسری جگہ منتقل کرنا ہے، جبکہ منتقل کرنے والوں میں ایک بچہ اور جوان مرد شامل ہے، اب ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ وزن تقسیم کرنا ہے اور دوسری جگہ منتقل کروانا ہے، جوان آدمی آسانی سے بغیر کسی شدید مشقت کے ۵۰ کلو وزن اُٹھا سکتا ہے جبکہ بچہ بمشکل صرف ۱۰ کلو ہی وزن اُٹھا سکتا ہے، اب مساوات کا تقاضہ یہ ہے کو دونوں کو ۳۰، ۳۰ کلو وزن اُٹھانے کا پابند کیا جائے تبھی مساوات قائم رہ سکتی ہے، لیکن اس صورت میں کیا عدل وانصاف ہوگا جوان آدمی تو آسانی سے وزن اُٹھا لے گا جبکہ بچہ کسی صورت بھی اسے نہیں اُٹھا سکے گا۔

اس کے برعکس اگر کفائت کو ملحوظ رکھیں تو دونوں میں سے ہر ایک کو اپنی طاقت کے مطابق وزن

اُٹھانے کو کہا جائے گا جو کہ عین عدل وانصاف کے مطابق ہے،اب بتائیے کونسا طریقہ فطرت اور انسانی طبیعت کے زیادہ موافق ہے۔

اسلام میں کفاءت ہے مساوات نہیں

اسلام چونکہ فطری نظامِ حیات ہے اوراس جہاں کے خالق ومالک کا عطاء کردہ نظام ہے اس لیے اس میں ایسی مساوات نہیں ہے جس میں عدل کے تقاضوں کوملحوظ نہ رکھا جائے،چنانچہ مرداورعورت کوان کی صنفی صلاحیتوں کے مطابق ذمہ داریاں دی گئی ہیں، یہ بات ضروری نہیں کہ ہرحال میں مرد کی ذمہ داریاں ہی زیادہ اہمیت اورفوقیت کی حامل ہیں بلکہ بسا اوقات عورت اپنی خاص ذمہ داریوں کی وجہ سے مرد پرسبقت اورفوقیت رکھتی ہے مثلاً بچوں کی تربیت، پرورش کے حوالے سے عورت مرد پرفوقیت رکھتی ہے،اس حوالے سے اس کی ذمہ داریاں مرد سے زیادہ ہیں اوروہ اس کی صنف کے مطابق ہیں،اگرعورت کے بجائے مردکو یہ ذمہ داری دے دی جاتی تو کسی صورت بھی وہ ان کو پورانہ کرپاتا،چنانچہ اگر مردکو بچوں کی پرورش کے لیے گھررہنا پڑے تو وہ بچوں کی شرارتوں کھیل کود شورشرابے کوزیادہ دیربرداشت نہیں کرسکتا اللہ نے ان سب چیزوں کو برداشت اوراس پر تحمل کرنے کا ملکہ صرف عورت میں رکھا ہے۔

مساوات کے نتائج

اگرمردوزن میں مساوات ہی فطرت ہے تواسے صرف گھر سے باہر نکلنے تک ہی کیوں محدودکیا جاتا ہے،ہرشعبے میں اس پر کام ہونا چاہیے،چنانچہ سرحدوں کی حفاظت کے لیے بھی مساوات کے ساتھ مردوں اورعورتوں کو پہرہ دینا چاہیے،دشمنوں سے مقابلے کے موقع پرمردوں کی موجودگی کے باوجودبھی عورتوں کواگلے محاذپربھیجنا چاہیے،جتنی محنت کے ساتھ ہمارے جوان سیاہ چن کے یخ بستہ اورخون کوجمادینے والے ماحول میں رہتے ہیں ذرااس میں خواتین کومساوات کا حق دلوائیں،گرمی کی تپتی دوپہر میں سڑکوں پرپسینے میں شرابورہوکرکام کرنے والے،مزدوراورلیبرکی جگہ بھی خواتین کو ان کا بنیادی حق مساوات دلوائیں،اوریہی نہیں آفات اورمصیبتوں کے وقت ریسکیو کے لیے اپنی

جان کی پرواہ کیے بغیر دوسروں کی مدد کے لیے ذرا خواتین کو آگے لائیے، لوڈ نگ کے لیے بھی اسی مساوات کو روا رکھیں، گھر کی تعمیر، کوئلے کی کان میں کوئلے نکالنے، خنجراب سے گوادر تک ٹرالے چلانے میں بھی مساوات کے لیے ان کی خدمات لیجیے اب ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ”میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو“ کیا جائے برابری کرنی ہے تو پوری طرح کریں!

اگر آپ ایسا کرنے پر آمادہ نہیں تو پھر مان لیجیے کہ ہر صنف کو اس کی طاقت اور صلاحیت کے بقدر جو کام اور ذمہ داری دی گئی ہے وہی اصل اور اسی پر اللہ سے راضی رہیں، مجبوری، ضرورت اور چیز ہے اور کسی چیز کا بنیادی حق ہونا الگ بات ہے کسی خاتون کو باہر ضرورت کی بنا پر بلازمت کرنی پڑے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کو عورت کا بنیادی حق قرار دینا اور گھر اور شوہر کی خدمت کو ترک کرنے کو عورت پر ظلم قرار دینا ہرگز درست نہیں۔   (جاری ہے............)

وہ خوبیاں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ) اے میرے رب! آپ کا کون سا بندہ سب سے زیادہ تقوے والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ جو (اللہ کا) ذکر کرے، اور (اللہ کو) بھولے نہیں، حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ تو اللہ نے فرمایا کہ جو ہدایت کی اتباع کرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگوں کے لئے اسی طرح فیصلہ کرے جس طرح اپنی ذات کے لئے کرتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ زیادہ علم والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو عالم، علم سے سیر نہ ہو، وہ لوگوں کے علم کو اپنے علم کے ساتھ جمع کرتا رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ زیادہ عزت والا ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ (بدلہ لینے یا سزا دینے پر) قادر ہو تو معاف کردے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ سب سے زیادہ غنی ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ جو اُس پر راضی ہو جو اُسے عطا کیا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کا کون سا بندہ سب سے زیادہ فقیر ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ (اللہ کی عطا کو) کم سمجھنے والا۔

(ابنِ حبان، حدیث نمبر 6217)

Savour Foods®

RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8,Fax: 5531923

ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640

Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (مسلم، رقم الحديث ١٧١٥ "١٠")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ، تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے، اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، پس تمہارے لئے اس چیز کو پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑلو، اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور تمہارے لئے قیل وقال (چہ می گوئیوں) کو ناپسند فرماتا ہے، اور کثرت سے سوال کرنے کو، اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے (مسلم)

کئی احادیث کی رُو سے اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے، اور بعض نے اس کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بیان فرمایا ہے، فضول بحث ومباحثہ، اور کثرتِ سوال زبان سے سرزد ہونے والے گناہ ہیں، جن کی وجہ سے انسان دنیا وآخرت میں خسارہ اٹھاتا ہے، اور فضول خرچی اور مال کو ضائع کرنے والا قرآن وحدیث کی رُو سے شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

باہمی بغض وعدات، تجسس، بدگمانی سے بچنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَنَاجَشُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا

(بخاری، رقم الحدیث ٦٠٦٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، اورتم ایک دوسرے کی باتیں نہ سنو،اورتم ایک دوسرے (کے عیبوں) کا تجسس نہ کرو،اور(دنیا کے معاملات میں)ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھو،اورایک دوسرے سے حسد نہ کرو،اورایک دوسرے سے بغض نہ کرو،اورایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو(یعنی اعراض نہ کرو)اورتم اللہ کے بندے بھائی بھائی ہوجاؤ(بخاری)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو آپس میں بغض رکھنا منع ہے،خواہ یہ بغض نفسانی خواہشات کی بنیاد پر ہو، یااہلِ حق کے باہمی مذاہب کے فرق کی بنیاد پر ہو،اوراس کے مقابلہ میں تمام مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے کسی مسلک ومشرب کا امتیاز کیے بغیر بھائی بھائی ہونے کا حکم ہے،درحقیقت اسی کے اندر مسلمان کی فلاح وکامیابی کا راز مضمر ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS
15 سالہ گارنٹی
051-5517039
0300-8559001
نذیر سنز
Cannon not selling a mattress but a good night sleep
418-خان بلڈنگ بابو بازار،صدرراولپنڈی

مسلمان کی جان ومال کا احترام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا یَخُوْنُہُ وَلَا یَکْذِبُہُ وَلَا یَخْذُلُہُ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُہُ وَمَالُہُ وَدَمُہُ، اَلتَّقْوٰی ھَاھُنَا، بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ یَّحْتَقِرَ أَخَاہُ الْمُسْلِمَ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۱۹۲۷)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے، اور نہ اس کی تحقیر (وتذلیل) کرے، ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت اور مال اور خون (یعنی قتل) حرام ہے، تقویٰ یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر (وتذلیل) کرے (ترمذی)

قرآن وحدیث میں جابجا ایک اور باہم متحد ہونے کا حکم دیا ہے، اور ایک مسلمان کی جان ومال کی حفاظت اور اس کی عزت آبرو کو پامالی سے بچنے کا حکم دیا گیا، چہ جائیکہ اس کو قتل کیا جائے، اور مذکورہ حدیث میں بھی ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، اور دوسرے مسلمان کی تحقیر وتذلیل سے منع کیا گیا ہے، اور تحقیر وتذلیل سے بچنے کا حکم عام مسلمانوں اور حاکم ورعایا سب کے لیے ہے۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریزر، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، کچن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کا حل　　　　　ادارہ

معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم (دوسری وآخری قسط)

قیاس واستحسان کی بحث

اس کے بعد عرض ہے کہ ’’استحسان‘‘ اس کو کہا جاتا ہے، جو ایسی دلیل پر مبنی ہو، جو قیاسِ جلی یا کسی قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف ہو، خواہ وہ دلیل وقاعدہ نص پر مبنی ہو، یا اجماع پر، یا ضرورت پر یا قیاسِ خفی پر۔ [1]

حنفیہ کے علاوہ بعض فقہائے کرام تو اگرچہ قیاسِ جلی کے مقابلہ میں ’’استحسان‘‘ یا اس کی بعض اقسام کو قبول نہیں کرتے، لیکن حنفیہ اس کو قبول کرتے ہیں، جس کی تفصیل اصولِ فقہ میں

---

[1] استحسان، قیاسِ خفی سے عام اور قیاسِ خفی، استحسان کے مقابلہ میں خاص ہے، اس لیے ہر قیاسِ خفی کو تو استحسان کہا جاتا ہے، لیکن ہر استحسان کو قیاسِ خفی نہیں کہا جاتا، کیونکہ استحسان کا اطلاق بعض اوقات قیاسِ خفی کے علاوہ پر بھی کیا جاتا ہے، لیکن حنفیہ کی بہت سی کتب میں استحسان بول کر عموماً قیاسِ خفی کو مراد لیا جایا کرتا ہے، استحسان کی اقسام کا ذکر آگے آتا ہے۔

الاستحسان فی اللغة :هو عد الشیء حسنا ، وضده الاستقباح .وفی علم أصول الفقه عرفه بعض الحنفية بأنه :اسم لدليل يقابل القياس الجلی يكون بالنص أو الإجماع أو الضرورة أو القياس الخفی.

كما يطلق عند الحنفية -فی كتاب الكراهية والاستحسان -علی استخراج المسائل الحسان، فهو استفعال بمعنی إفعال، كاستخراج بمعنی إخراج .قال النجم النسفی :فكأن الاستحسان هاهنا إحسان المسائل، وإتقان الدلائل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳،ص۸ ۲۱ ،مادہ،استحسان)

والذی ظهر لی أن ما ذكره فی البدائع لا يخالف ما صرحوا به؛ لأنه ذكر أن هذا معنی خفی فقهی لا قياس جلی ولا يكون من قبيل الرأی إلا القياس الجلی .

وأما القياس الخفی فهو المسمی بالاستحسان قال فی التوضيح القياس جلی وخفی فالخفی يسمی بالاستحسان لكنه أعم من القياس الخفی، فإن كل قياس خفی استحسان وليس كل استحسان قياسا خفيا؛ لأن الاستحسان قد يطلق علی غير القياس الخفی أيضا لكن الغالب فی كتب أصحابنا أنه إذا ذكر الاستحسان أريد به القياس الخفی، وهو دليل يقابل القياس الجلی الذی يسبق إليه الأفهام، وهو حجة عندنا؛ لأن ثبوته بالدلائل التی هی حجة إجماعا؛ لأنه إما بالأثر كالسلم والإجارة وبقاء الصوم فی النسيان وإما بالإجماع كالاستصناع وإما بالضرورة كطهارة الحياض والآبار، وإما بالقياس الخفی إلی آخر ما ذكر فی أصول الفقه، وكذا فی كثير من كتب الأصول فظهر بهذا أن طهارة الآبار بالنزح إنما ثبتت بالقياس الخفی الذی ثبت بالضرورة(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۱،ص۸ ۱ ۱ ،كتاب الطهارة)

مذکور ہے۔ [1]

’’استحسان‘‘ اپنی دلیل اور عمومی مفہوم کی نوعیت کے اعتبار سے چار قسم کا کہلاتا ہے۔

پہلی قسم کو’’استحسانِ اثر‘‘یا’’استحسانِ سنة‘‘کہا جاتا ہے،جس میں معروف قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف کوئی سنت واقع ہوجاتی ہے،جیسا کہ’’بیعِ سلم‘‘کا مسئلہ کہ وہ بنیادی طور پر ایسی چیز کی بیع ہے، جوانسان کے پاس موجودنہیں،لیکن اس کوسنت کی وجہ سے استحساناً جائز قرار دیا گیا ہے۔

اور دوسری قسم کو’’استحسانِ اجماع‘‘کہا جاتا ہے،جس میں معروف قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف،اجماع منعقد ہوجاتا ہے،جیسا کہ’’عقدِ استصناع‘‘کا مسئلہ کہ وہ بنیادی طور پر معدوم کی بیع ہے،لیکن اس کواجماع کی وجہ سے استحساناً جائز قرار دیا گیا ہے۔

اور تیسری قسم کو’’استحسانِ ضرورة‘‘کہا جاتا ہے،جس میں کوئی مجتہد ضرورت کی وجہ سے ظاہری قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف کرتا ہے،خواہ وہ ضرورت’’جلبِ مصلحت‘‘کی نوعیت کی ہو،یا’’دفعِ مفسدة‘‘کی نوعیت کی ہو،جیسا کہ کنوؤں اور حوضوں کی پاکی کا مسئلہ کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ اس وقت تک پاک نہ ہوں، جب تک ان پر پانی بہا کر جاری نہ کیا جائے،لیکن ضرورت اور حرج کی وجہ سے ان پر پانی بہائے اور جاری کیے بغیر ان کو استحساناً پاک قرار دیا گیا۔

اور چوتھی قسم کو’’استحسانِ قیاسی‘‘کہا جاتا ہے،جس میں ظاہری قیاس کے مقابلہ خفیہ قیاس اور دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے،اس کی فقہائے کرام نے کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ [2]

---

[1] حجية الاستحسان عند الأصوليين :اختلف الأصوليون فى قبول الاستحسان، فقبله الحنفية، ورده الشافعية وجمهور الأصوليين.أما المالكية فقد نسب إمام الحرمين القول به إلى مالك، وقال بعضهم :الذى يظهر من مذهب مالك القول بالاستحسان لا على ما سبق، بل حاصله :استعمال مصلحة جزئية فى مقابلة قياس كلى، فهو يقدم الاستدلال المرسل على القياس.وأما الحنابلة فقد حكى عنهم القول به أيضا.

والتحقيق أن الخلاف لفظى؛ لأن الاستحسان إن كان هو القول بما يستحسنه الإنسان ويشتهيه من غير دليل فهو باطل، ولا يقول به أحد، وإن كان هو العدول عن دليل إلى دليل أقوى منه، فهذا مما لا ينكره أحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص٨ ٢١ ،ماده،استحسان)

[2] أقسام الاستحسان:ينقسم الاستحسان بحسب تنوع الدليل الذى يثبت به إلى أربعة أنواع:

أولا -استحسان الأثر أو السنة :وهو أن يرد فى السنة النبوية حكم لمسألة ما مخالف للقاعدة المعروفة فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ استحسان کی دلیل کا ضرورت پر مبنی ہونا ضروری نہیں، بلکہ یہ استحسان کی ایک خاص قسم اور صورت میں ہوتا ہے، لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کی تضعیف میں جو استحسان کے غالب الوقوع اور لازم وضروری نہ ہونے کی بات کہی گئی ہے، وہ اولاً تو اس صورت میں ہے، جبکہ ان کی طرف سے استحسانِ ضرورت کی بنیاد پر یہ بات کہی گئی ہو، اور اگر اس کو دوسری قسم مثلاً ''استحسانِ قیاسی'' وغیرہ کی صورت میں داخل مانا جائے، تو پھر اس طرح کی ضرورت کی بحث میں پڑنے کی حاجت نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشرع فی أمثالها؛ لحكمة يراعيها الشارع، كبيع السلم، جوزته السنة نظرا للحاجة، على خلاف الأصل فی بيع ما ليس عند الإنسان وهو المنع.

ثانيا -استحسان الإجماع :وهو أن ينعقد الإجماع فی أمر على خلاف مقتضى القاعدة، كما فی صحة عقد الاستصناع، فهو فی الأصل أيضا بيع معدوم لا يجوز، وإنما جوز بالإجماع استحسانا للحاجة العامة إليه.

ثالثا -استحسان الضرورة:وهو أن يخالف المجتهد حكم القاعدة نظرا إلى ضرورة موجبة من جلب مصلحة أو دفع مفسدة، وذلک عندما يكون اطراد الحكم القياسی مؤديا إلى حرج فی بعض المسائل، كتطهير الآبار والحياض؛ لأن القياس إلا تطهر إلا بجريان الماء عليها، وفيه حرج شديد.

رابعا -الاستحسان القياسی:وهو أن يعدل عن حكم القياس الظاهر المتبادر إلى حكم مخالف بقياس آخر هو أدق وأخفى من القياس الأول، لكنه أقوى حجة وأسد نظرا .فهو على الحقيقة قياس سمی استحسانا أی قياسا مستحسنا للفرق بينهما .وذلک كالحكم على سؤر سباع الطير، فالقياس نجاسة سؤرها قياسا على نجاسة سؤر سباع البهائم كالأسد والنمر؛ لأن السؤر معتبر باللحم، ولحمها نجس.

والاستحسان طهارة سؤرها قياسا على طهارة سؤر الآدمی، فإن ما يتصل بالماء من كل منهما طاهر .وإنما رجح القياس الثانی لضعف المؤثر فی الحكم فی القياس الأول، وهو مخالطة اللعاب النجس للماء فی سؤر سباع البهائم، فإنه منتف فی سباع الطير إذ تشرب بمنقارها، وهو عظم طاهر جاف لا لعاب فيه، فانتفت علة النجاسة فكان سؤرها طاهرا كسؤر الآدمی، لكنه مكروه؛ لأنها لا تحترز عن الميتة فكانت كالدجاجة المخلاة.ولبيان أقسام الاستحسان الأخرى من حيث قوته وترجيحه على القياس وبقية مباحثه ينظر الملحق الأصولی(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٢١٩،مادہ،استحسان)

[1] ثم الاستحسان:

أ .قد يكون نصا. ب .وقد يكون ضرورة. ج .وقد يكون إجماعا. د .وقد يكون قياسا خفيا.

أما النص :فنحو قول أبی حنيفة رضی الله عنه فيمن أكل ناسيا لصومه :لولا قول الناس لقلت يقضی .أی القياس الظاهر يوجب القضاء إلا أنی استحسنت تركه بنص خاص ورد فيه بخلاف قياس سائر النصوص الثابتة، والمعقول الضروری فی حصول الصوم مع عدم الإمساک عن الأكل وأنه عبارة عن تركه، وهذا لأن النص فوق الرأی فاستحسن تركه به وإن ظهر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراگر پھر بھی کوئی اس بات کوتسلیم نہ کرے،تواس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی طرف سے تھوڑے اور کم وقت کواس لیے معاف کیا گیا ہے کہ ضرورت وحاجت کے لیے نکلنے والے کے لیے آہستہ چلنے یا پیشاب پاخانہ آہستہ کرنے کو معاف کیا گیا ہے،جس سے تھوڑے وقت کا معاف ہونا ثابت ہوا،اور یہ ضرورت تقریباً لازم اور کثیر الوقوع وغالبُ الوقوع ہے۔

اب''للاکثر حکم الکل'' کے قاعدہ اور روزہ میں،نیت کی نظیر کو بروئے کار لاتے ہوئے اگر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾وأما الإجماع :فنحو جواز الاستصناع فيما ظهر تعامل الأمة به من غير نكير والقياس أن لا يجوز لأنه بيع عين بعمله، وهو معدود عينا للحال حقيقة، ومعدوم وصفا فى الذمة والقياس الظاهر أن لا يجوز بيع الشيء إلا بعد تعينه حقيقة، أو ثبوته فى الذمة كالسلم.

فأما مع العدم من كل وجه فلا يتصور عقد وليس ثم معقود عليه لكنهم استحسنوا تركه بالإجماع الظاهر بتعامل الأمة من غير نكير لأن الإجماع دليل فوق الرأى، وقصروا الأمر عليه لأنه معدول به عن القياس.

وأما الضرورة :فنحو الحكم بطهارة البئر بعد تنجسها.

والقياس يأبى ذلك لأن الدلو ينجس بملاقاة الماء فلا يزال يعود وهو نجس إلا أن الشرع حكم بالتطهر للضرورة لأنه لا يمكننا غسلها بماء طاهر إلا من طريق نزح الماء النجس وخروج الماء الطاهر، فاستحسنوا ترك العمل بموجب القياس بعذر العجز فإن الله تعالى جعله عذرا فى سقوط العمل بكل خطاب.

وكذلك جوزوا الإجارة وهو بيع منافع غير موجودة لأنها لا تبقى زمانين فلا يمكن بناء البيع فيها على الوجود فبنوا على كون العين بحيث يوجد منه منفعته ليكون بناء على الوجود الذى هو الأصل للجواز بقدر الإمكان، وأسقطوا ما وراء ذلك بعذر العجز.

وأما القياس الخفى :فنحو البائعان يختلفان فى الثمن والسلعة غير مقبوضة .القياس الظاهر أن يكون القول قول المشترى مع يمينه لأنهما اتفقا على حق المشترى وهو المبيع واختلفا فى حق البائع فالبائع يدعى زيادة ثمن والمشترى ينكرها فيكون القول قول المشترى مع يمينه، والبينة على المدعى بناء على السنة الثابتة.

والقياس الخفى يوجب التحالف لأن المشترى يدعى على البائع، وجوب تسليم السلعة بتسليم الثمن الذى يدعيه والبائع ينكر الوجوب عليه بذلك القدر حتى يوفيه ما يدعيه فهذا إنكار باطن لا يعرف إلا بضرب تأمل.

والأول يعرف ببديهة الحال فاستحسنوا العمل بالإنكارين جميعا لأن لا تعارض بينهما لاختلاف محلى اليمين حتى قاس أبو حنيفة رضى الله عنه على هذا الفصل كل عقد اختلف فيه فى بدله والمعقود عليه غير مسلم، والتسليم فيه لا يجب إلا بعد تسليم البدل من النكاح والإجارة والكتابة، وقاس الكتابة على البائعين يختلفان فى الثمن ورثتهما إذا اختلفوا إذا كان قبل القبض.

ولو كان الاستحسان بخلاف القياس بالنص لما قاس عليه غيره كما لو كان الاختلاف فى الثمن بعد قبض السلعة، وهى قائمة فإن اليمين على البائع بالنص بخلاف القياس لأنه لا إنكار منه لشيء من المبيع ولا لليد ولا يمين قياسا إلا على المنكر، وإنما يحلف بالنص بخلاف القياس فلم يثبت التحالف بين الورثة إذا اختلفوا بعد القبض، ولا بعد هلاك السلعة لأن النص ورد فى حال القيام، والله أعلم(تقويم الأدلة فى أصول الفقه،لأبى زيد عبد الله بن عمر الدّبوسيّ الحنفى،ص ٤٠٦،باب القول فى الاستحسان ما هو لغة؟ وحكمه؟)

دن اور رات کے اکثر واقل حصہ پر مدار رکھ دیا جائے، تو اس میں مضائقہ نہیں، اور فقہائے کرام نے اگرچہ بعض مسائل میں قلیل وکثیر کا فرق نہیں کیا، جیسا کہ تھوڑے یا زیادہ پیشاب، پاخانہ یا ریح کے خروج سے وضو ٹوٹنے اور زیادہ اور تھوڑا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹنے میں فرق نہیں کیا گیا، لیکن بعض فقہائے کرام نے تھوڑے اور زیادہ میں فرق بھی کیا ہے، چنانچہ نماز کے فاسد ہونے نہ ہونے میں عملِ کثیر وقلیل کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ [1]

اور بعض فقہاء نے نماز کے فاسد ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں قلیل وکثیر کلام میں فرق کیا ہے۔ [2]

بعض نے حدث لاحق ہونے کے لیے تھوڑے اور زیادہ خون نکلنے یا تھوڑی اور زیادہ قے میں فرق کیا ہے۔ [3]

---

[1] ومنها العمل الكثير الذى ليس من أعمال الصلاة فى الصلاة من غير ضرورة فأما القليل فغير مفسد، واختلف فى الحد الفاصل بين القليل والكثير (بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۴۱، كتاب الصلاة، فصل بيان حكم الاستخلاف)

[2] الثالث ـ فعل شيء سهوا، يبطل عمده فقط: كتطويل الركن القصير فى الأصح، بأن يطيل الاعتدال أو الجلوس بين السجدتين .ومثله الكلام القليل سهوا، بدليل أن النبى صلى الله عليه وسلم سلم من اثنتين وكلم ذا اليدين، وأتم صلاه، وسجد سجدتين .

وأما ما يبطل عمده وسهوه ككلام كثير وأكل، فيبطل الصلاة ولا يسجد له فى الأصح(الفقه الاسلامى وادلتۂ للزحيلى، ج ۲ ص ۱۱۱۵، الباب الثانى، الفصل التاسع، المبحث الاول، المطلب الاول)

[3] ذهب المالكية والشافعية إلى أن الوضوء لا ينتقض بخروج شيء من غير السبيلين كدم الفصد، والحجامة، والقيء ، والرعاف، سواء قل ذلك أو كثر؛ لما روى أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم فصلى ولم يتوضأ ولم يزد على غسل محاجمه.وبهذا قال عمر، وابن عباس وابن أبى أوفى، وجابر وأبو هريرة، وعائشة وسعيد بن المسيب وسالم بن عبد الله بن عمر، والقاسم بن محمد، وطاوس، وعطاء ، ومكحول وربيعة، وأبو ثور .قال البغوى :وهو قول أكثر الصحابة.

ويرى الحنابلة أن الرعاف لا ينقض الوضوء إلا إذا كان فاحشا كثيرا.أما كون الكثير ينقض الوضوء، فلقوله عليه الصلاة والسلام فى حديث عائشة لفاطمة بنت أبى حبيش عن دم الاستحاضة :إنما ذلك عرق، وليست بالحيضة، فإذا أقبلت الحيضة فدعى الصلاة، وفى رواية :توضئى لكل صلاة.

ولأنه نجاسة خارجة من البدن أشبهت الخارج من السبيل .وأما كون القليل لا ينقض فلمفهوم قول ابن عباس فى الدم إذا كان فاحشا فعليه الإعادة .قال أحمد :عدة من الصحابة تكلموا فيه، وابن عمر عصر بثرة فخرج الدم فصلى ولم يتوضأ، وابن أبى أوفى عصر دملا، وذكر أحمد غيرهما، ولم يعرف لهم مخالف من الصحابة فكان إجماعا.ويرى الحنفية القائلون بنقض الوضوء بسيلان الدم عن موضعه أن الرعاف ينقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ ص ۲۶۲ الىٰ ۲۶۴، مادة "رعاف")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اور تھوڑے وقت کے نکلنے کو اعتکاف کے فاسد ہونے نہ ہونے میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اختلف الفقهاء فی انتقاض الوضوء بخروج الصديد من الجرح، فعند المالكية والشافعية :لا ينتقض الوضوء بخروج الصديد من الجرح؛ لأن النجاسة التی تنقض الوضوء عندهم هی :ما خرجت من السبيلين فقط، أما ما يخرج من غير ذلک فلا ينقض الوضوء(الموسوعة الفهقية الكويتية ، ج٢٦ ص٣٤٤ ، مادة " صديد ")

وذهب المالكية والشافعية إلى أن الحجامة والفصد ومص العلق لا يوجب واحد منها الوضوء .قال الزرقانی :لا ينتقض الوضوء بحجامة من حاجم ومحتجم وفصد .وفی الأم "لا وضوء فی قیء ولا رعاف ولا حجامة ولا شیء خرج من الجسد وأخرج منه غير الفروج الثلاثة القبل والدبر والذكر "وذهب الحنابلة إلى أن ما خرج من الدم موجب للوضوء إذا كان فاحشا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧ ، ص١٥ ، مادة "حجامة")

ذهب المالكية والشافعية إلى عدم انتقاض الوضوء بالفصد، لما روى من أن رجلين من أصحاب النبی حرسا المسلمين فی غزوة ذات الرقاع، فقام أحدهما يصلی فرماه رجل من الكفار بسهم فنزعه وصلى ودمه يجری، وعلم به صلى الله عليه وسلم ولم ينكره قال الرملی :وأما صلاته مع الدم فلقلة ما أصابه منه .ويرى الحنفية أن الفصد ناقض للوضوء .ويقول الحنابلة :إن خروج الكثير من الدم ينقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص١٤٧ ، مادة "فصد")

أثر القیء فی الوضوء :اختلف الفقهاء فی نقض الوضوء بالقیء :فذهب المالكية والشافعية إلى أنه لا ينقضه.

وعند الحنفية أن القیء ينقض الوضوء متى كان ملء الفم، سواء كان قیء طعام أو ماء وإن لم يتغير.

وحد ملئه :أن لا ينطبق عليه الفم إلا بتكلف (أی مشقة) على الأصح من التفاسير فيه، وقيل حد ملئه :أن يمنع الكلام، وذلک لتنجسه بما فی قعر المعدة وهو مذهب العشرة المبشرين بالجنة ؛ ولأن النبی صلى الله عليه وسلم "قاء فتوضأ ؛ ولأن خروج النجاسة مؤثر فی زوال الطهارة .فإذا لم يملأ الفم لا ينقض الوضوء ؛ لأنه من أعلى المعدة، وكذا لا ينقضه قیء بلغم ولو كان كثيرا لعدم تخلل النجاسة فيه وهو طاهر .

وإن قاء قليلا قليلا متفرقا ولو جمع تقديرا كان ملء الفم، فأبو يوسف اعتبر اتحاد المجلس؛ لأنه جامع للمتفرقات، ومحمد اعتبر اتحاد السبب وهو الغثيان؛ لأنه دليل على اتحاده، وهو الأصح، وعلى هذا ينقض القیء المتفرق الوضوء إن كان قدر ملء الفم.

وعند زفر ينقض قليله كثيره وهما فی ذلک سواء ؛ لأنه لما كان الخارج من غير السبيلين حدثا بما دل عليه من الدليل وجب أن يستوی فيه القليل والكثير كالخارج من السبيلين، ولقوله :القلس حدث.

ولو قاء دما وهو علق يعتبر فيه ملء الفم؛ لأنه سوداء محترقة، وإن كان مائعا فكذلک عند محمد اعتبارا بسائر أنواعه، وعندهما :إن سال بقوة نفسه ينقض الوضوء وإن كان قليلا؛ لأن المعدة ليست بمحل الدم،فيكون من قرحة فی الجوف.وعند الحنابلة :أنه ينقض الوضوء إن فحش فی نفس كل أحد بحسبه؛ لأن اعتبار حال الإنسان بما يستفحشه غيره حرج فيكون منفيا لما رواه معدان بن طلحة عن أبی الدرداء رضی الله عنه أن النبی صلى الله عليه وسلم قاء فتوضأ فلقيت ثوبان فی مسجد دمشق فذكرت له ذلک فقال : صدق أنا صببت له وضوءه ، ولا ينقض اليسير لقول ابن عباس فی الدم :إذا كان فاحشا فعليه الإعادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٤، ص ٨٨، مادة "قیء")

مؤثر سمجھنا بھی فقہی اعتبار سے اور فقہی نظائر کی روشنی میں بے بنیاد نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ وتابعین سے معتکف کو عیادتِ مریض اور جنازہ میں شرکت کے لیے خروج کا جائز ہونا ثابت ہے، یہ بھی عموماً تھوڑے وقت کے لیے ہوتا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''شرح عقود رسم المفتی'' میں ''قواعد الترجیح'' کی بحث کے ضمن میں چند مسائل کے علاوہ، عام مسائل میں استحسان کے قیاس پر راجح ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے ''التلویح'' کے حوالہ سے فخر الاسلام کی طرف سے راجح ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک مذکورہ تفصیل کے مطابق راجح پر عمل کرنا اولیٰ ہے،

[1] وفيه دليل على أنه يخرج من المسجد للغائط والبول ، ولا يفسد به اعتكافه ، وهو إجماع .ولو خرج لأكل أو شرب ، فسد اعتكافه . واختلف أهل العلم فيما سوى ذلك ، فقال قوم :له الخروج للجمعة ،وعيادة المريض ، وشهود الجنازة ، روى ذلك عن على بن أبى طالب وهوقول سعيد بن جبير والحسن ، والنخعى .وذهب أكثرهم إلى أنه لا يجوز له الخروج لعيادة ، ولا لصلاة جنازة ،فإن خرج ، فسد اعتكافه إن كان واجبا إلا أن يخرج لقضاء حاجة ، فسأل عن المريض مارا ، أو أكل ، فلا يبطل اعتكافه(شرح السنة للبغوى، ص۳۹۸، تا ص ۴۰۰، باب خروج المعتكف لحاجة الانسان)

ثنا شريك،عن أبى إسحاق،عن الحارث،أو عاصم،عن على،قال :المعتكف يعود المريض ويشهد الجنازة ويأتى الجمعة ويأتى أهله ولا يجالسهم(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۳۵۹)

حدثنا أبو الأحوص ، عن أبى إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة ، عن على ، قال :إذا اعتكف الرجل فليشهد الجمعة ، وليعد المريض ، وليحضر الجنازة ، وليأت أهله ، وليأمرهم بالحاجة وهو قائمٌ(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۲۴)

عن سفيان ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويحضر الجنازة ، قال مرة :ويجيب الإمام(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۳۳)

عن الشيبانى ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويشهد الجنازة ، ويخرج إلى الحاجة ، ويجيب الإمام ، وذلك أن عمرو بن حريث أرسل إليه وهو معتكف فلم يأته ، فأرسل إليه فأتاه(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۷)

حدثنا ابن فضيل ، عن مطرف ، عن الشعبى ، قال :يخرج إلى الغائط ، ويعود المريض ، ويأتى الجمعة ، ويقوم على الباب(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۹)

حدثنا يزيد بن هارون ، عن هشام ، عن الحسن ، قال :يأتى الجمعة(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۰)

عن يزيد ، عن الحسن ، قال:يأتى الغائط ، ويتبع الجنازة ، ويعود المريض(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۲)

عن يحيى ، عن أبى سلمة ، قال :المعتكف يعود المريض ، ويشهد الجمعة ، ويقوم مع الرجل فى الطريق يسائله(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۱)

یہاں تک کہ مرجوح پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ قیاس واستحسان میں سے جہاں کسی ایک کو راجح قرار دیا گیا ہو، وہاں بعض حضرات کے نزدیک مرجوح پہلو پر عمل صرف خلافِ اولیٰ ہے، ناجائز نہیں۔

اس قول کے مطابق بھی مذکورہ صورت میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہیے، بالخصوص جبکہ ضرورت اور دفعِ حرج کے وقت میں اس پر عمل کیا جائے۔

صاحبین کا اجتہادی مقام ومرتبہ

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعض حضرات نے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کو مجتہد فی المذہب کے درجہ میں رکھ کر ان کو اصولوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن محققین کے نزدیک امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا شمار مجتہدینِ مطلق کے درجہ میں ہوتا ہے، ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے، جس کی تفصیل ہم نے مجتہدین کی اقسام سے متعلق دوسری تالیف میں بیان کردی ہے۔ [2]

---

[1] الرابعة: ما في عامة الكتب من انه اذا كان في مسئلة قياس واستحسان، ترجح الاستحسان على القياس، الا في مسائل، وهي احدى عشرة مسئلة، على ما في اجناس الناطفي، وذكرها العلامة ابن نجيم في شرحه على المنار، ثم ذكر ان نجم الدين النسفي اوصلها الى اثنتين وعشرين، وذكر قبله عن التلويح ان الصحيح أن معنى الرجحان هنا تعين العمل بالراجح وترك العمل بالمرجوح، وظاهر كلام فخر الإسلام أنه الأولوية حتى يجوز العمل بالمرجوح (شرح عقود رسم المفتي، ص ۵۲، ترجيح الاستحسان على القياس، مطبوعة: مكتبةُ البشرىٰ، كراتشي، الباكستان)

(وذكروا له) أي للقياس الخفي (قسمين :الأول ما قوي أثره) أي تأثيره (والثاني ما ظهر صحته وخفي فساده) أي إذا نظرنا إليه بادء النظر نرى صحته ثم إذا تأملنا حق التأمل علمنا أنه فاسد (التوضيح مع شرحه التلويح، ج۲ ص۱۶۳)

(قوله: وذكروا له) قسمين الصحة تقارب الأثر والضعف يقارب الفساد وبهذا الاعتبار يتحقق تقابل القسمين في كل من الاستحسان والقياس والمراد بظهور الصحة في الاستحسان ظهورها بالنسبة إلى فساد الخفي وهو لا ينافي خفائها بالنسبة إلى ما يقابله من القياس والمراد بخفاء الصحة في القياس الجلي خفاؤها بأن ينضم إلى وجه القياس معنى دقيق يورثه قوة ورجحانا على وجه الاستحسان ثم الصحيح أن معنى الرجحان هاهنا تعين العمل بالراجح وترك العمل بالمرجوح، وظاهر كلام فخر الإسلام – رحمه الله تعالى – أنه الأولوية حتى يجوز العمل بالمرجوح (شرح التلويح على التوضيح، ج۲ ص۱۶۴، القسم الاول، الركن الرابع القياس، فصل القياس جلي وخفي)

[2] وليعلم أن هذه القسمة مسبعة كانت أو مخمسة وإن كانت صحيحة، لكن في اندراج الفقهاء المذكورين الذين أدرجهم أصحاب التقسيمات بحسب زعمهم في قسم (دون) قسم تحت ذلك القسم نظرا من وجوه:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا اعتکاف کے سلسلہ میں مذکورہ قول مستقل حیثیت رکھتا ہے، جواُن سے باسند ومعتبر طریقہ پر ثابت ہے، اور اگر کوئی شخص اس مسئلہ میں اُن کی تقلید کرنا چاہے، تو وہ قابلِ ملامت نہیں ہے، بالخصوص جبکہ وہ کسی ضرورت میں اس پر عمل کررہا ہو، یا کسی ضرورت مند کو اس قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منها :إنهم أدرجوا أبا يوسف ومحمد فى طبقة مجتهدى المذهب، الذين لا يخالفون إمامه فى الأصول، وليس كذلك، فإن مخالفتهما لإمامهما فى الأصول غير قليلة، حتى قال الإمام الغزالى فى كتابه المنخول:إنهما خالفا أبا حنيفة فى ثلثى مذهبه .انتهى.

وقال شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردرى فى رد المنخول:إن الإمام أبا حنيفة قد علم أنهما بلغا رتبة الاجتهاد، وإن وظيفة المجتهد العمل باجتهاده دون اجتهاد غيره، فأمر بترك العمل بقوله إذ لم يظهر دليله، وقال :لا يحل لأحد أن يأخذ بقولى ما لم يعلم من أين قلته، ونهى عن التقليد وندب إلى معرفة الدليل. فلم يظهر لهما دليل قول أبى حنيفة فى بعض المسائل، وظهرت لهما الإمارة على خلاف قوله، فتركوا قوله بأمره عملا برأيهما بأمره .انتهى.

فالحق أنهما مجتهدان مستقلان، نالا برتبة الاجتهاد المطلق، إلا أنهما لحسن تعظيمها لأستاذهما، وفرط إجلالهما لإمامهما أصلا أصله، وسلكا نحوه، وتوجها إلى نقل مذهبه، وتأييده وانتصاره، وانتسبوا إليه.

فمن ثم عدهما المحدث الدهلوى فى الإنصاف ، وغيره، وعبد الوهاب الشعرانى فى الميزان من المجتهدين المنتسبين (مقدمة عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،صفحة ٨، الناشر:مكتبة حقانية، ملتان، الباكستان)

[1] المجتهدون الآخرون أيضاً بذلوا جهدهم مثل بذل الأئمة الأربعة وإنكار هذا مكابرة وسوء أدب، بل الحق أنه انما منع من تقليد غيرهم لأنه لم تبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لو وجد رواية صحيحة من مجتهد آخر يجوز العمل بها ألا ترى أن المتأخرين أفتوا بتحليف الشهود اقامة له موقع التزكية على مذهب ابن أبى ليلى(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، الجزء الثانى، صفحة ٤٣٩، خاتمة : الاجتهاد بذل الطاقة من الفقهية)

ان ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ انما اعتمد فى هذا القول على "التحرير" لابن الهمام، ولكن ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ لم يقل ان القضاء بغير المذاهب الاربعة غير نافذ، وانما قال انه لايجوز اليوم تقليد غير الائمة الاربعة بصفة عامة ، لأن مذاهب سواهم غير مدونة. وهذا لايستلزم أن يكون قول غيرهم لايعتبر فى كون المسئلة اجتهادية. وعبارة ابن الهمام فى آخر كتابه"التحرير" هكذا: "نقل الإمام فى البرهان إجماع المحققين على منع العوام من تقليد أعيان الصحابة، بل من بعدهم الذين سبروا ووضعوا ودونوا،و على هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الأربعة لانضباط مذاهبهم ،وتقييد مسائلهم ،وتخصيص عمومها،ولم يدر مثله فى غيرهم الآن لانقراض أتباعهم وهو صحيح" وقال ابنِ امير حاج تحته "وحاصل هذا أنه امتنع تقليد غير هؤلاء لتعذر نقل حقيقة مذهبهم، وعدم ثبوته حق الثبوت، لا لأنه لايقلد (اصول الافتاء لتقى العثمانى، ص ٢٣٢ ،القضاء بغير المذاهب الاربعة، الناشر: مكتبة معارف القرآن كراتشى، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ١٤٣٢ هـ، جولائى ٢٠١١ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صاحبین کے قول کا نتیجہ

پیچھے جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کے پیشِ نظر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک معتکف کے مسجد سے ضرورتاً یا بلاضرورت خارج ہونے کے مسئلہ کا مدار اکثر یا کم حصہ پر ہے، جس کے لیے دن کے اکثر حصہ میں روزہ کی نیت کے معتبر ہونے کو نظیر میں پیش کیا گیا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک واجب اعتکاف کی مدت کم از کم ایک دن ہے، جس میں روزہ ادا کیا جا سکے، اور شرعاً دن کا آغاز طلوعِ فجر پر ہو جاتا ہے، اور اس کا اختتام سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے، اس لیے طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا جو وقت ہے، اس پورے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھا جائے گا، اور اس کے نصف حصہ سے ایک منٹ زیادہ بھی وقت جہاں گزارا جائے گا، اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ [1]

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ ''ردُّالمحتار'' میں روزہ کی دن میں نیت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(تَنۡبِیۡهٌ) قَدۡ عَلِمۡتَ أَنَّ النَّهَارَ الشَّرۡعِیَّ مِنۡ طُلُوۡعِ الۡفَجۡرِ إلی الۡغُرُوۡبِ وَاعۡلَمۡ أَنَّ کُلَّ قُطۡرٍ نِصۡفُ نَهَارِهٖ قَبۡلَ زَوَالِهٖ بِنِصۡفِ حِصَّةِ فَجۡرِهٖ فَمَتٰی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذه المسائل كلها تدل على أن نفاذ القضاء ليس خاصا بالمذاهب الاربعة، بل ينفذ اذا وافق احد المجتهدين المعتبرين، بشرط أن كان قولهم ثبت بطريق موثوق (اصول الافتاء لتقى العثمانى، ص ۲۳۴،القضاء بغير المذاهب الاربعة، الناشر: مكتبة معارف القرآن كراتشى، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ، جولائى ۲۰۱۱ء)

[1] (قوله :إلى الضحوة الكبرى) المراد بها نصف النهار الشرعى والنهار الشرعى من استطارة الضوء فى أفق المشرق إلى غروب الشمس والغاية غير داخلة فى المغيا كما أشار إليه المصنف بقوله لا عندها .اهـ ح وعدل عن تعبير القدورى والمجمع وغيرهما بالزوال لضعفه؛ لأن الزوال نصف النهار من طلوع الشمس ووقت الصوم من طلوع الفجر كما فى البحر عن المبسوط قال فى الهداية وفى الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الأصح؛ لأنه لا بد من وجود النية فى أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق فى الأكثر (رد المحتار، ج۲ ص۳۷۷، كتاب الصوم ،سبب صوم رمضان)

كَانَ الْبَاقِي لِلزَّوَالِ أَكْثَرَ مِنْ هَذَا النِّصْفِ صَحَّ وَإِلَّا فَلا تَصِحُّ النِّيَّةُ فِيْ مِصْرَ وَالشَّامِ قَبْلَ الزَّوَالِ بِخَمْسَ عَشَرَةَ دَرَجَةً لِوُجُوْدِ النِّيَّةِ فِيْ أَكْثَرِ النَّهَارِ ؛ لِأَنَّ نِصْفَ حِصَّةِ الْفَجْرِ لا تَزِيْدُ عَلٰى ثَلاثَ عَشْرَةَ دَرَجَةً فِيْ مِصْرَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَنِصْفٍ فِي الشَّامِ فَإِذَا كَانَ الْبَاقِيَ إِلَى الزَّوَالِ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ هٰذِهِ الْحِصَّةِ وَلَوْ بِنِصْفِ دَرَجَةٍ صَحَّ الصَّوْمُ (رد المحتار، ج۲ ص۳۷۷، کتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

ترجمہ: تنبیہ: آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ نہارِ شرعی، طلوعِ فجر (صادق، نہ کہ کاذب) سے غروب تک ہوتا ہے۔اور یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہر قطر کا نصفِ نہار اس کے زوال سے پہلے اس کی فجر کے نصف حصے کے بقدر ہوتا ہے، پس جب زوال میں اس نصفِ فجر سے زیادہ باقی ہو، تو روزے کی نیت صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں۔

پس مصر اور شام میں روزے کی نیت کرنا صحیح ہے، زوال سے 15 درجے پہلے (جس کی کل مقدار ایک گھنٹہ بنتی ہے، اس لیے کہ یہاں ایک درجہ سے چار منٹ مراد ہیں) کیونکہ اس صورت میں اکثرِ نہار میں روزے کی نیت پائی جائے گی، کیونکہ فجر کا نصف حصہ مصر میں 13 درجے (یعنی 52 منٹ) سے اور شام میں ساڑھے 14 درجے (یعنی 58 منٹ) سے زیادہ نہیں ہوتا۔پس جب زوال میں فجر کے اس مذکور نصف حصے سے زیادہ باقی ہو۔اگرچہ وہ نصف درجہ (یعنی 2 منٹ) ہی زیادہ کیوں نہ ہو، تو اس میں نیت کرنے سے روزہ درست ہو جائے گا (ردُّ المحتار)

اور شرعی دن کے مقابلہ میں شرعی رات کا آغاز سورج غروب ہونے سے ہوتا ہے، اور اس کا اختتام طلوعِ فجر پر ہوتا ہے، لہٰذا دن کے مقابلہ میں رات کے مسئلہ میں سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کا جو وقت ہے، اس پورے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھا جائے گا، اور اس کے نصف حصہ سے ایک منٹ زیادہ وقت بھی جہاں گزارا جائے گا، اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور چونکہ مذکورہ مسئلہ میں اصل مدار اقل یا اکثر وقت کا ہے، نہ کہ کسی مخصوص وقت کا، اس لیے امام

ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دن کے پورے وقت کے مجموعہ اور رات کے پورے وقت کے مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا، وہ وقت خواہ دن کے پہلے حصہ کا ہو یا درمیانے حصہ کا یا آخری حصہ کا، یا رات کے ابتدائی حصہ کا ہو، یا درمیانی حصہ کا یا آخری حصہ کا، اور اس مقدار کو جمع کیا جائے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ایک وقت میں مسجد سے نکلنے کے پورے وقت کا حساب ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص ایک دن یا ایک رات میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ نکلے، تو اس دن کے پورے وقت کو اور اس رات کے پورے وقت کو جمع کیا جائے گا، لیکن ایک دن یا ایک رات کے وقت کو دوسرے دن یا دوسری رات میں یا ایک رات کے وقت کو اس دن کے وقت میں جمع نہیں کیا جائے گا۔

پس اگر طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے وقت کا دورانیہ مثلاً پورے سولہ گھنٹوں پر مشتمل ہے، تو اگر دن کے وقت آٹھ گھنٹوں سے زیادہ کا وقت مسجد میں گزرا اور کم وقت مسجد سے باہر گزرا، تو مذکورہ فقہائے کرام کے نزدیک اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، اور اس کے برعکس گزرا، تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر کے وقت کا دورانیہ مثلاً آٹھ گھنٹوں پر مشتمل ہے، تو چار گھنٹوں سے زیادہ مسجد میں گزارنے کی صورت میں اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، اور چار گھنٹوں سے کم مسجد میں گزارنے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اور ہمارے نزدیک عام حالات میں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہی عمل کرنا اور فتویٰ دینا مناسب ہے، جیسا کہ عام طور پر ایسا ہی ہے، تاہم اگر ضرورت کے وقت کوئی شخص امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرے، جیسا کہ سوال میں بھی بعض مجبوری اور ضرورت کی صورتیں ذکر کی گئی ہیں، تو ہمیں مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ملحوظہ نمبر 1

ملحوظ رہے کہ اگر کسی نے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف شروع کرتے وقت ہی یہ نیت

کرلی کہ وہ اعتکاف کے دوران مثلاً آدھے دن یا آدھی رات سے کم وقت کے لیے فلاں کام کی غرض سے نکلا کرے گا، تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تو اس کا نہ تو مسنون اعتکاف فاسد ہوگا، اور نہ ہی اس کو اس اعتکاف کی قضاء کا حکم ہوگا، جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا۔

جہاں تک دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی نیت کے ساتھ مسنون اعتکاف شروع کرنے سے وہ اعتکاف ابتداءً ہی سنت کے بجائے نفل واقع ہوگا، اور معتکف کو اپنی اس نیت پر عمل کرنے سے نہ تو وہ اعتکاف فاسد ہوگا، اور نہ ہی اس کی قضاء کا حکم ہوگا، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے رسالہ ''اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

ملحوظہ نمبر 2

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر مسنون اعتکاف شروع کرکے اس کو پورا کرنے سے پہلے درمیان میں فاسد کردیا جائے، تو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی قضاء لازم نہیں ہوتی، اور جتنے دن یا جتنے وقت کا اعتکاف کیا، اس کا نفلی درجے میں ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اور ان کے نزدیک حج وعمرہ کے علاوہ کسی بھی تطوع عمل کو شروع کرنے کے بعد فاسد کردینے سے قضا لازم نہیں۔

فصل إذا فعل فی الاعتکاف ما یبطله من خروج أو مباشرة أو مقام فی البیت بعد زوال العذر نظرت فان کان ذلک فی تطوع لم یبطل ما مضی من اعتکافه لان ذلک القدر لو أفرده بالاعتکاف واقتصر علیه اجزأه ولا یجب علیه اتمامه لانه لا یجب المضی فی فاسده ولا یکره بالشروع کالصوم وإن کان فی اعتکاف منذور نظرت فان لم یشرط فیه التتابع لم یبطل مامضی من اعتکافه لما ذکرناه فی التطوع ویلزمه أن یتمم لان الجمیع قد وجب علیه وقد فعل البعض فوجب الباقی وإن کان قد شرط فیه التتابع بطل التتابع ویجب علیه أن یستأنفه لیأتی به علی الصفة التی وجب علیها (المجموع شرح المهذب، ج۶، ص ۵۳۶، کتاب الاعتکاف)

فصل: وکل موضع فسد اعتکافه، فإن کان تطوعا، فلا قضاء علیه؛ لأن التطوع لا یلزم بالشروع فیهفی غیر الحج والعمرة. وإن کان نذرا نظرنا، فإن کان نذر أیاما متتابعة، فسد ما مضی من اعتکافه، واستأنف؛ لأن التتابع وصف فی الاعتکاف، وقد أمکنه الوفاء به، فلزمه، وإن کان نذر أیاما معینة، کالعشرة الأواخر من شهر رمضان، ففیه وجهان: أحدهما، یبطل ما مضی، ویستأنفه؛ لأنه نذر اعتکافا متتابعا، فبطل بالخروج منه، کما لو قیده بالتتابع بلفظه. والثانی، لا یبطل؛ لأن ما مضی منه قد أدی العبادة فیه أداء صحیحا، فلم یبطل بترکها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کی بعض صورتوں میں قضاء لازم ہے،اور بعض صورتوں میں قضالازم نہیں۔

جبکہ متعدد مشائخِ حنفیہ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد اگر پورا کرنے سے پہلے اس کو فاسد یا ختم کردیا جائے،تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے،جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے رسالہ''مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کے بعد قضا کی تحقیق''میں ذکر کردی ہے۔

خلاصۂ کلام

شروع سے اب تک جو بحث ذکر کی گئی ہے،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

پیشاب وپاخانہ وغیرہ کے علاوہ ایسی ضروریات وحاجات کہ واجب یا مسنون اعتکاف کے دوران عام فقہائے کرام کے نزدیک جن کے لیے معتکف کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں،اوران کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے،اس سلسلہ میں امام ابو یوسف اورامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک واجب اور مسنون اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہوتا، جب تک طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے وقت کے آدھے سے زیادہ کا وقت مسجد سے باہر نہ گزارے،اوراسی طرح سے سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کے وقت کے آدھے سے زیادہ کا وقت مسجد سے باہر نہ گزارے۔

اورضرورت ومجبوری کے وقت اگرکوئی اس قول کے مطابق عمل کرے،تو اس کا اعتکاف فاسد نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾في غيره، كما لو أفطر في أثناء شهر رمضان، والتتابع هاهنا حصل ضرورة التعيين، والتعيين مصرح به، وإذا لم يكن بد من الإخلال بأحدهما ففيما حصل ضرورة أولى، ولأن وجوب التتابع من حيث الوقت، لا من حيث النذر، فالخروج في بعضه لا يبطل ما مضى منه، كصوم رمضان إذا أفطر فيه، فعلى هذا يقضي ما أفسد فيه حسب .وعليه الكفارة على الوجهين جميعا؛ لأنه تارك لبعض ما نذره .وأصل الوجهين في من نذر صوما معينا، فأفطر في بعضه، فإن فيه روايتين، كالوجهين اللذين ذكرناهما .فصل :إذا نذر اعتكاف أيام متتابعة بصوم، فأفطر يوما، أفسد تتابعه، ووجب استئناف الاعتكاف، لإخلاله بالإتيان بما نذره على صفته(المغني لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٩ ، كتاب الاعتكاف)

قال :ولا قضاء عليه إلا أن يكون واجبا .ش :إذا أفسد الاعتكاف بالوطء ، نظرت فإن كان تطوعا لم يجب القضاء ، بناء على قاعدتنا من أن النوافل ما عدا الحج والعمرة لا تلزم بالشروع، وقد تقدم ذلك في الصوم(شرح الزركشي،لشمس الدين محمد بن عبد الله الزركشي الحنبلي، ج٣ص ١٣ ، كتاب الاعتكاف)

www.idaraghufran.org

ہونے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص رمضان کا مسنون اعتکاف کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ اپنی معاشی یا خانگی ضرورت کے پیشِ نظر روزانہ رات یا دن کے وقت کچھ دیر کے لیے مسجد سے باہر جانے پر مجبور ہے، تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کو مسنون اعتکاف کے دوران اس ضرورت کے لیے نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح دوسرے ضرورت منداور مجبور لوگوں کے لیے بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جن کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے۔

البتہ ہمیں اس حکم کو ضرورت وحاجت مندوں کے ساتھ خاص رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اور اس کو حکمِ عام قرار دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان 26/ رمضان المبارک/ 1439ھ 11/ جون/ 2018ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

حافظ احسن: 0322-4410682
TOYOTA GENUINE PARTS
HONDA GENUINE PARTS
اشرف آٹوز
ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور رپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں
این ای-3956، چکلالہ روڈ
بالمقابل پی ایس او پٹرول پمپ
چاہ سلطان، راولپنڈی
Ph:051-5702727
4318-C
چوک گوالمنڈی، راولپنڈی
Ph:051- 5530500
5530555
ashrafautos.rawalpindi@gmail.com

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کھانا پکانے(Cooking)کے آداب(قسط1)

کھانا پینا انسان کی ضرورت ہے،اور اگر نیک نیتی سے حلال چیز کھائے پیئے،تو یہ مسلمان کے حق میں نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت بھی ہے،اور کھانے پینے کی بہت سی اشیاء پکا کر کھائی پی جاتی ہیں،اس لئے کھانا پکانے کے مختصر آداب کا بھی الگ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

کھانا پکانے کے برتنوں(Cooking Pots)سے متعلق آداب

(1)......جن برتنوں میں غذائیں پکائی اور کھائی جائیں خواہ وہ کسی بھی دھات کے ہوں،ان کا صاف ستھرا ہونا بہت ضروری ہے،اور برتنوں کو صاف رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ جب برتن فارغ ہوجائیں،توان کو کسی مناسب چیز سے رگڑ کر دھو دیا جائے۔

(2)......طبی لحاظ سے مٹی کے برتن میں کھانا پکایا ہوا سب سے بہتر ہے،بشرطیکہ برتن صاف ستھرا ہو۔اگر برتن تانبے یا پیتل کے ہوں تو ان کو قلعی کرالی جائے،بغیر قلعی کے برتنوں میں کھانے پکانے یا ان میں کھانا رکھنے سے ان دھاتوں کا زہر غذاؤں میں پہنچ جاتا ہے۔

اگر پیتل یا تانبے کے برتن میں دہی یا چھاچھ رکھ دی جائے تو ان کا مزہ کسیلا ہوجاتا ہے،دہی، چھاچھ یا دوسری کھٹی چیزوں کے رکھنے سے تانبے پیتل کے برتنوں میں جو سبزی نظر آنے لگتی ہے،یہی زہر ہوتا ہے،اس لئے ان برتنوں میں بغیر قلعی کرائے کوئی کھٹی چیز پکانا،ان میں رکھنا اور کھانا مناسب نہیں ہے،ان کے علاوہ بغیر قلعی کرائے دوسری قسم کی چیزوں کے پکانے اور رکھنے سے بھی پرہیز کرنا بہتر ہے۔غریب لوگ سستا ہونے کی وجہ سے ایلومینیم کے برتن بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں،لیکن ان میں غذاؤں خصوصاً کھٹی غذاؤں اور ساگ پات کا پکانا اور ان میں رکھنا تندرستی کے لئے مضر ہے،

ایلومینیم کے برتن میں دودھ یا پانی کو جوش دینے اور میٹھی چیزیں پکانے میں حرج نہیں، لیکن ان کو بھی پکانے کے بعد دوسرے برتن میں رکھ لینا مناسب ہے، غرض یہ کہ جہاں تک ہوسکے ان کے استعمال میں احتیاط برتی جائے۔

غریب لوگ ایلومینیم کے برتنوں کے بجائے مٹی کے برتن استعمال کریں تو اچھا ہے، لیکن ان کو صاف ستھرا رکھنا ضروری ہے، مٹی کے برتنوں کو استعمال کرنے کے بعد اچھی طرح دھویا جائے، اس کے بعد دھوپ وغیرہ میں خشک کرکے رکھا جائے۔

(3)...... کھانا پاک اور صاف ستھرے ہاتھوں سے اور پاک اور صاف ستھرے برتنوں میں پکانے کا اہتمام کیجئے، اگر برتنوں میں نجاست یا گندگی لگی ہو، تو ان کو پاک وصاف کرلیجئے۔عام طور پر بازاری کھانوں میں صفائی کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے ان سے حتی الامکان اجتناب کیجئے۔

کھانا پکانے سے متعلق عمومی آداب

(4)...... جو غذا تیار کی جائے وہ دیکھنے میں صاف سُتھری، سونگھنے میں دل پسند اور کھانے میں خوش ذائقہ ہو تو بہتر ہے، کیونکہ بعض اوقات کسی غذا کے دیکھنے، اس کو چکھنے یا اس کی بو سے طبعی کراہیت پیدا ہوتی ہے، اس کو معدہ صحیح طرح قبول نہیں کرتا اور اس کے ہضم ہونے میں مشکل پیش آتی ہے۔

(5)...... جو چیز پکائی جائے اسے پکانے سے پہلے میل کچیل اور مٹی پتھر، اور کنکر وغیرہ سے صاف کرلیا جائے، اگر دھونے کی ضرورت ہو تو دھولیا جائے، لیکن دھوتے وقت رزق کو ضائع کرنے سے بچایا جائے۔

(6)...... سبز ترکاریوں اور ساگ پات کو پہلے پانی سے اچھی طرح دھولیا جائے، اس کے بعد باریک تراش کر پکایا جائے، پانی صرف اتنا ڈالا جائے جو سبزیوں کے گلنے کے لئے کافی ہو، اس طرح پکانے سے وہ مزے دار بھی ہوتی ہیں اور مفید بھی۔

آج کل بعض لوگ سبز ترکاریوں کو ابال کر ان کا پانی نچوڑ کر پھینک دیتے ہیں، یہ طریقہ اچھا نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کرنے سے ان کے مفید اور قوت بخش اجزاء ضائع ہوجاتے ہیں۔

بعض لوگ شلجم، مولی اور چقندر جیسی ترکاریوں کے پتے پھینک دیتے ہیں، ایسا کرنے سے ان سبزیوں کے پتوں میں پائے جانے والے بہت سے مفید اجزاء بے کار چلے جاتے ہیں، اس لئے ان ترکاریوں کو پتوں سمیت پکانا مناسب ہے۔

(7)...... سبزی وغیرہ پکاتے اور کاٹتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ صاف ستھری ہو، گلی، سڑی اور خراب نہ ہو، اگر کوئی حصہ خراب ہو تو اس کو الگ کر دیا جائے، لیکن صحیح حصہ ضائع نہ کیا جائے۔

(8)...... جو غذا کھائی جائے وہ اچھی طرح پکائی گئی ہو اور تازہ ہو تو بہت ہی اچھا ہے، اَدھ پکی اور باسی غذا ہضم میں بگاڑ کا سبب ہو جاتی ہے، خصوصاً جبکہ باسی غذا سڑ بُس گئی ہو، اور اس میں باسی ہونے کی وجہ سے مہک اور بُو پیدا ہو گئی ہو، وہ دست اور قے وغیرہ جیسی کئی بیماریوں کا سبب بن سکتی ہے۔

برسات اور بارش کے زمانے میں باسی غذا زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔

بعض عورتیں سُستی اور کم ہمتی کی وجہ سے ایک وقت میں ہی کئی کئی وقتوں بلکہ کئی کئی دنوں کا کھانا بنا لیتی ہیں، اس کے بجائے تھوڑی اور تازہ غذا تیار کرنی چاہئے۔

(9)...... گوشت کو کھانے سے پہلے خوب اچھی طرح پکانا چاہیے، جو گوشت پکا کر اچھی طرح نہ گلایا گیا ہو، اس کے کھانے سے ہضم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے، دست آنے لگتے ہیں اور آنتوں میں کینچوے اور کدو دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔

جس حلال چرند و پرند جانور کا گوشت کھایا جائے وہ طبی اعتبار سے تندرست ہو، بوڑھے اور بیمار جانوروں کا گوشت صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

(10)...... اگر ہاضمہ کمزور ہو، تو ابلی ہوئی ترکاریاں اور گوشت کا شوربا استعمال کرنا چاہئے، اور تازہ میٹھے پھل مثلاً انگور، سیب، مالٹا، کیلا وغیرہ کھانا چاہئے۔

(11)...... مچھلی ہمیشہ تازہ پکا کر کھائی جائے، تازہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ مچھلی سخت ہوتی ہے، اگر اس کو ہاتھ پر رکھا جائے تو اس کی دُم نیچے نہیں جھکتی اور اس کے گلپھڑے کھول کر دیکھنے سے سرخ دکھائی دیتے ہیں اور اس کی آنکھ میں چمک ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو مچھلی باسی اور دیر کی پکڑی ہوئی ہوتی ہے، اس کی آنکھوں میں چمک اور گلپھڑوں میں سرخی نہیں رہتی اور نہ اس میں سختی باقی

رہتی ہے اور بعض اوقات اس میں بدبو آنے لگتی ہے۔

ایسی خراب مچھلی کے کھانے سے قے ، دست وغیرہ آنے لگتے ہیں، جوہڑ اور تالاب خاص طور پر گندے اور میلے کچیلے پانی کی مچھلیوں کے مقابلہ میں دریاؤں اور ندیوں کی مچھلی غذائیت کے اعتبار سے اچھی شمار کی جاتی ہے۔

(12)......کھانے پکانے میں استعمال ہونے والا مصالحہ اور دیگر اشیاء کے بارے میں اس چیز کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ وہ چیزیں اصلی ہوں، اوران میں غیر متعلقہ چیزوں کی ملاوٹ نہ ہو۔

آج کل مختلف مصالحہ جات میں مضرِ صحت چیزوں کی ملاوٹ بہت عام ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ یہ چیزیں خود اپنے سامنے کی پسوا کر استعمال کریں، تو بہتر ہے۔

ورنہ جتنی تحقیق واطمینان ممکن ہو، اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ (جاری ہے............)

051-4455301
051-4455302

Sweet Palace

سویٹ پیلس

SWEET PALACE

Satellite Town plaza, 4th B Road,
Commercial Market, Satellite Town,
Rawalpindi. (Pakistan)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 33 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کی دعاؤں کی قبولیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قبول فرمالیا، چنانچہ دعاء کے الفاظ ختم ہوتے ہی بشارت سنادی گئی کہ تمہاری دعائیں منظور، گویا کہ بغیر کسی توقف اور بغیر کسی استثناء کے سب منظور، ظاہر ہے کہ اس دعاء کی منظوری میں ان کی وہ درخواست بھی شامل ہے، جو انہوں نے اظہار و بیان کی قوت بخشے جانے کے لیے کی، اور حضرت ہارون کی نبوت کے متعلق کی تھی۔

چنانچہ ان کو اظہار و بیان کی قوت بھی عطاء کی گئی، اور حضرت ہارون ان کے وزیر اور نبی بھی بنادیئے گئے، اور ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرعون کے مقابلے میں غلبے کی بشارت سے نوازدیا گیا، اور ان دونوں کی تسکین وتسلی کے لئے ان سے فرمایا گیا کہ ہم تم دونوں کو فرعون اور اس کی قوم کے مقابلے میں ایسا غلبہ ودبدبہ عطا کریں گے، اور ان پر تمہارا رعب ایسا جمادیں گے کہ ان کو تم پر دست درازی کی ہمت نہیں ہوسکے گی، اور واقعتاً ایسا ہوا بھی کہ فرعون اور اس کے درباری پہلے ہی مقابلے میں حضرت موسیٰ سے اس قدر مرعوب ہوگئے کہ وہ کبھی دھمکیوں سے آگے نہ بڑھ سکے، اپنے درباریوں میں اظہارِ غیظ وغضب کرتے ہوئے بعض دفعہ قتل تک کی باتیں بھی ہوئیں، لیکن کبھی کوئی ایسا اقدام نہ کرسکے جس سے حضرت موسیٰ کو نقصان پہنچتا۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

---

[1] بلکہ تورات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مصر پر کوئی آفت آئی تو فرعون اور اس کے اعیان حضرت موسیٰ سے ہی درخواست کرتے کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ آفت ٹل جائے۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ٣٦)

یعنی ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں دیا جاتا ہے، جو کچھ تم نے مانگا اے موسیٰ!“

اور سورہ قصص میں دعاؤں کی قبولیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُوْنَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُوْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٣٥)

یعنی ”فرمایا اللہ نے ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کردیں گے، اور تمہیں غلبہ دیں گے، پھر وہ تم تک پہنچ نہیں سکیں گے ہماری نشانیوں کی وجہ سے، تم اور تمہارے تابعدار غالب رہیں گے“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے تین باتوں کا وعدہ فرمایا، ایک یہ کہ ہم ہارون کو نبی بنا کر تمہارا بازو ضرور مضبوط کریں گے، اور وہ تمہارے ساتھ فرعون کے دربار میں جائیں گے۔

دوسرا یہ کہ فرعون اور اس کی قوم کے مقابلہ میں ہم تمہیں ایسا غلبہ اور دبدبہ عطاء کریں گے کہ ہمارے معجزے تمہارے ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ تم تک نہیں پہنچ پائیں گے، اور نہ ہی کسی قسم کی دست درازی کرسکیں گے، چنانچہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون، فرعون اور اس کی قوم کی طرف مبعوث ہوئے، اور ان کو اللہ کی وحدانیت اور دین کی دعوت دی، تو باوجودیکہ فرعون اور اس کے سردار حکومت میں تھے اور ان کو تمام تر اسباب و وسائل اور سلحہ و افواج میسر تھیں، لیکن ان کو اتنی جرأت و ہمت نہ ہوسکی کہ وہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون پر ہاتھ اٹھا سکیں۔

تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی آخرکار غالب ہوں گے، قرآن مجید میں یہ مضمون کہ رسول اور ان کے پیروکار ہی بالآخر غالب ہوتے ہیں، دیگر مقامات پر بھی بیان ہوا ہے۔[1]

---

[1] چنانچہ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ (سورة مومن، رقم الآية ٥١)

”بلاشبہ ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان تمام لوگوں کی جو (سچے دل سے ان پر) ایمان لے آئے اس دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے“

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کہ ”تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی آخرکار غالب ہوں گے“ کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ فرعون کے ساتھ اگرچہ بہت کچھ بھیڑ بھاڑ اور لشکر تھے، اور اس لشکر کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کل دو ہی شخص تھے، لیکن حضرت موسیٰ ہی اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے موافق ہمیشہ فرعون اور اس کے ساتھیوں پر ایسے غالب رہے کہ فرعون اور اس کے ساتھی عاجز آ گئے اور باوجود اس قدر لاؤ لشکر کے دو آدمیوں کا مقابلہ نہ کرسکے، پہلے برسرِمیدان جادوگروں نے مقابلہ کیا وہ عاجز ہو کر مسلمان ہو گئے، پھر قحط پڑا تو ایسا کہ جنگل میں تمام کھیت اور شہر میں تمام باغ خشک ہو گئے، پھر آٹھ دن تک بارش برسی تو ایسی برسی کہ بنی اسرائیل کو کچھ صدمہ نہ پہنچا اور فرعون اور اس کی قبطی قوم کی زراعت ان کے باغ، مکانوں کی چھتیں سب بارش کی نذر ہو گئیں، پھر بدن کے کپڑے اور گھر کا سب سامان ٹڈیوں نے کھا کر برابر کر دیا، پھر چچڑیوں کا وبال ایسا آیا جس سے ہر ایک قبطی دنیا کی زندگی سے بےزار ہو گیا، پھر مینڈکوں کا وبال ایسا آیا کہ کھانے پینے میں جہاں دیکھو وہاں مینڈک تھے، یہاں تک کہ پکتی ہنڈیا اور گرم تنور سب میں مینڈک ہی مینڈک تھے، پھر خون کا عذاب ایسا آیا کہ تمام پینے کا پانی یہاں تک کہ نیل دریا سب خون ہی خون ہو گیا۔

جادوگروں کے مسلمان ہونے کے زمانہ سے فرعون کے غرق ہونے کے زمانہ تک چالیس سال کے قریب حضرت موسیٰ کی مدد میں غیب سے یہی آفتیں فرعون پر آئیں اور فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ کی فرمانبرداری قبول نہ کی، لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ وحضرت ہارون کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے، بلکہ آخر میں خود ہی دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔

حق کے متبعین بالآخر غالب ہوتے ہیں

جس طرح حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے ”تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (سورة المجادلة، رقم الآية ٢١)

”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے، بے شک اللہ بڑا قوت والا اور زبردست ہے“

آخرکار غالب ہوں گے'' اسی طرح ہر رسول سے اللہ تعالیٰ کی مددِ غیبی کا وعدہ ہے، اور اس وعدے ہی کا یہ ثمرہ ہے کہ حضرت نوح سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو صاحبِ شریعت نبی ہیں، آخر کو ان کا ہی غلبہ رہا اور ان کے مخالف طرح طرح کے وبالوں سے ہلاک ہوگئے۔

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے غیبی مدد کا وعدہ فرمایا ہے، اسی طرح سچے دل سے جو لوگ اللہ کے رسولوں کے فرمانبردار ہیں ان کی مدد کا بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، جیسا کہ اوپر سورہ مومن کی آیت کے حوالہ سے گزرا۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں اور ایمانداروں کو دنیا اور آخرت میں مدد دینے کا اللہ کا وعدہ ہے امتحان کے طور پر اللہ کے رسولوں کے سچے فرمانبرداروں کو مخالفوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف پہنچ گئی ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق پھر مخالفوں سے پورا بدلہ لیا ہے، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کے بدلہ میں ہزار ہا آدمی قتل ہوئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے جیسی تکلیف دی، اللہ تعالیٰ نے اہلِ روم کو پھر ان پر مسلط کیا اور ویسا ہی ان سے بدلہ لیا، مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کے درپے جو لوگ تھے، جنگِ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد بھیج کر ان کو ذلیل کیا۔

یہ سب کچھ تو دنیا کی غیبی مدد ہے، اور جو لوگ اللہ کے عہد اور دین پر پورے پورے قائم رہیں گے اور اللہ کے رسولوں کی پوری فرمانبرداری کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی مدد کا جو اِن سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کا دس سے لے کر سات سو گنا تک بدلہ اور بہت سے گناہوں سے درگزر کرنا، اس اپنے وعدے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ضرور پورا فرمائے گا، جیسا کہ احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔[1]

---

[1] حدثنا أنس بن مالک، عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال: بینا أنا ردیف النبی صلی الله علیه وسلم لیس بینی وبینه إلا أخرة الرحل، فقال: یا معاذ بن جبل قلت: لبیک رسول الله وسعدیک، ثم سار ساعة ثم قال: یا معاذ قلت: لبیک رسول الله وسعدیک، ثم سار ساعة ثم قال: یا معاذ قلت: لبیک رسول الله وسعدیک، قال: هل تدری ما حق الله علی عباده قلت: الله ورسوله أعلم، قال: حق الله علی عباده أن یعبدوه، ولا یشرکوا به شیئا ثم سار ساعة، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور ’’حدیثِ فتون‘‘ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں اوران کی قبولیت کاذکرآیاہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال: یا معاذ بن جبل قلت: لبیک رسول اللہ وسعدیک، فقال: ھل تدری ما حق العباد علی اللہ إذا فعلوہ قلت: اللہ ورسولہ أعلم، قال: حق العباد علی اللہ أن لا یعذبھم(بخاری، رقم الحدیث ۵۹۶۷، مسلم، رقم الحدیث ۳۰"۴۸")

[1] فلما سار موسی بأھلہ کان من أمر النار والعصا ویدہ ما قص اللہ علیک فی القرآن فشکا إلی ربہ تبارک وتعالی ما یتخوف من آل فرعون فی القتل وعقد لسانہ، فإنہ کان فی لسانہ عقدۃ تمنعہ من کثیر من الکلام، وسأل ربہ أن یعینہ بأخیہ ھارون یکون لہ ردء ا ویتکلم عنہ بکثیر مما لا یفصح بہ لسانہ، فآتاہ اللہ سؤلہ وحل عقدۃ من لسانہ، فأوحی اللہ إلی ھارون وأمرہ أن یلقاہ فاندفع موسی بعصاہ حتی لقی ھارون(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۲۶۱۸)

قال الھیثمی:رواہ أبو یعلی، ورجالہ رجال الصحیح غیر أصبغ بن زید والقاسم بن أبی أیوب وھما ثقتان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۱۱۶۶)

وقال حسین سلیم اسد الدارانی:رجالہ ثقات(حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی
موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

طب وصحت　(قسط یا کُھ: قسط 6)　حکیم مفتی محمد ناصر

نبی ﷺ کا عرق الکلیہ (کوکھ) کی تکلیف میں مبتلا ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ عِرْقُ الْكُلْيَةِ – وَهِيَ الْخَاصِرَةُ – تَأْخُذُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى النَّاسِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكْرُبُ حَتَّى آخُذَ بِيَدِهِ فَأَتْفُلُ فِيهَا بِالْقُرْآنِ، ثُمَّ أَكُبُّهَا عَلَى وَجْهِهِ أَلْتَمِسُ بِذَلِكَ بَرَكَةَ الْقُرْآنِ وَبَرَكَةَ يَدِهِ، فَأَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ مُجَابُ الدَّعْوَةِ فَادْعُ اللَّهَ يُفَرِّجُ عَنْكَ مَا أَنْتَ فِيهِ .فَيَقُولُ: يَا عَائِشَةُ أَنَا أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً (مسند ابی یعلی، رقم الحدیث ۴۷۶۹) رجاله ثقات (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

ترجمہ: گُردے کی رَگ (جو کوکھ میں ہے) کی تکلیف میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک مبتلا رہے، اس دوران میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں تشریف لے جانے کی استطاعت نہیں تھی، اور میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کرب (وتکلیف) میں دیکھا، یہاں تک کہ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس پر قرآن پڑھ کر پھونکا، پھر آپ کے ہاتھ کو آپ کے چہرے پر رکھ دیا، اور اس سے میں قرآن کی اور آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل کر رہی تھی، پھر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں، تو آپ اللہ سے اپنی تکلیف سے نکلنے کی دعا کریں، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہونے والا ہوں (ابو یعلیٰ) [1]

اور ایک روایت میں ہے:

---

[1] انبیاء علیہم السلام کا لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیفوں اور مشقتوں میں مبتلا ہونے کا ذکر اور بھی کئی احادیث میں ہے، جس کی وجہ احادیث میں یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے درجات میں ترقی اور اضافہ فرماتے ہیں، اور عام مؤمنین کے تکلیفوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ اُن کی خطائیں معاف فرما کر درجات بلند فرماتے ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

إن الخاصرة كانت تسهر النبي صَلَّى الله عَلَيهِ وَسلَّم شهرا قالت عائشة كنا ندعوها عرق الكلية (الطب النبوى لابى نعيم الاصبهانى، رقم الحديث ۳۸۹)

ترجمہ: کوکھ(کی تکلیف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک کی راتیں گزاریں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم اسے گردے کی رَگ (کی تکلیف) قرار دیتے تھے(طبِ نبوی لابی نعیم)

(كذا فى التنوير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۴۱۰۵،
عمدة القارى، ج ۲۱، ص ۲۱۱، تحت رقم الحديث ۵۶۴۶، باب شدة المرض)

کوکھ کے درد کا شہد والے گرم پانی سے علاج

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْخَاصِرَةَ عِرْقُ الْكُلْيَةِ، إِذَا تَحَرَّكَ آذَى صَاحِبَهَا، فَدَاوُوهَا بِالْمَاءِ الْمُحْرَقِ وَالْعَسَلِ (مستدرک حاكم، رقم الحديث ۸۲۳۷، المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۴۲۲۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوکھ (کا درد) گُردے کی رَگ کی وجہ سے ہے، جب وہ حرکت کرتی ہے، تو آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، پس تم اس کا علاج گرم پانی اور شہد سے کرو (حاکم، مسند حارث، طبرانی)

چھینک آنے پر تحمید کہنے سے کوکھ، ڈاڑھ اور کان کے درد سے حفاظت

حضرت علی اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے مروی بعض مرفوع احادیث میں ہے کہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا؟ قَالَ: أَجَلْ، إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلاَنِ مِنْكُمْ قُلْتُ: ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قَالَ: أَجَلْ، ذَلِكَ كَذَلِكَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا (بخارى، رقم الحديث ۵۶۴۸)

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "وقال الذهبى: صحيح.

www.idaraghufran.org

چھینک آنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تعریف کرنے، یعنی الحمدللہ کہنے والے کی کوکھ کے درد سے حفاظت کی جائے گی، اور اُسے ڈاڑھ کے درد کی شکایت بھی نہیں ہوگی۔ [1]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی روایات میں چھینک آنے پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَا کَانَ '' یا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ '' کہنے والے کے لئے ڈاڑھ کے درد کے علاوہ کان کے درد سے محفوظ رہنے کا بھی ذکر ہے۔

اور بعض محدثین نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کیونکہ اپنی رائے سے نہیں کہا جاسکتا، اس لئے ان روایات کو حکماً مرفوع کہا جائے گا۔ [2]

---

[1] عَنْ عَلِیٍّ، رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَادَرَ الْعُطَاسَ بِالْحَمْدِ عُوفِیَ مِنْ وَجَعِ الْخَاصِرَةِ (الدعاء للطبرانی، رقم الحدیث ۱۹۸۷)

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَادَرَ الْعَاطِسَ بِالْحَمْدِ عُوفِیَ مِنْ وَجَعِ الْخَاصِرَةِ، وَلَمْ يَشْتَكِ ضِرْسَهُ أَبَدًا .لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ إِلَّا إِسْرَائِيلُ، وَلَا رَوَاهُ عَنْ إِسْرَائِيلَ إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُطَّلِبِ، تَفَرَّدَ بِهِ: الْحَسَنُ بْنُ إِسْرَائِيلَ " (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۱۴۱)

قال القسطلانی: وأخرجه الطبرانی من وجه آخر عن علی مرفوعا بلفظ: " من بادر العاطس بالحمد لله عوفی من وجع الخاصرة ولم يشک ضرسه أبدا "وسنده ضعيف (ارشاد الساری، ج۹، ص۱۲۶، تحت رقم الحديث ۶۲۲۱، باب الحمد للعاطس)

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط، وفيه الحارث الأعور وضعفه الجمهور ووثق، ومن لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۹۰۹، باب فيمن بادر العاطس بالحمد)

وقال الالبانی: منكر (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۶۱۳۹)

حدثنا مكی بن عبدان، حدثنا قطن بن إبراهيم، حدثنا خالد بن يزيد المدنی كذا قال، قال: حدثنا ابن أبی ذئب عن نافع، عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس العاطس فبادروه بالحمد فإن ذلک دواء من كل داء من وجع الخاصرة (الكامل فی ضعفاء الرجال، تحت ترجمة خالد بن يزيد العمری المكی، يكنى أبا الهيثم، رقم الترجمة ۵۸۰، ج۳، ص۴۳۷)

قال ابن عدی وهذان الحديثان منكران أيضا ولخالد العمری عن الثوری وابن أبی ذئب وغيرهم غير ما ذكرت أحاديث وعامتها مناكير (الكامل فی ضعفاء الرجال، تحت ترجمة خالد بن يزيد العمری المكی، يكنى أبا الهيثم، رقم الترجمة ۵۸۰، ج۳، ص۴۳۷)

[2] عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ قَالَ عِنْدَ عَطْسَةٍ سَمِعَهَا: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَى كُلِّ حَالٍ مَا كَانَ، لَمْ يَجِدْ وَجَعَ الضِّرْسِ وَلَا أُذُنٍ أَبَدًا (الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۹۲۶)

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " مَنْ قَالَ عِنْدَ عَطْسَةٍ يَسْمَعُهَا: الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، لَمْ يَجِدْ وَجَعَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایات میں سے بعض کی سند کو محدثین اور اہلِ علم نے ضعیف جبکہ بعض کی سند کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [1]

مگر چھینک آنے پر الحمدللہ کہنے کا سنت ہونا، دیگر صحیح اور مستند احادیث وروایات سے ثابت ہے، اور سنت عمل کے بے شمار دنیاوی اور اُخروی فوائد کا ہونا مسلّم ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الضِّرُسِ، وَلَا وَجَعَ الْأُذُنِ "(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۷۳، سکت عنه الذهبی فی التلخیص)

وعن علی موقوفا مما رواه فی الأدب المفرد برجال ثقات من قال عند عطسة سمعها: الحمد لله رب العالمین علی کل حال ما کان لم یجد وجع الضرس ولا الأذن أبدا وحکمه الرفع لأن مثله لا یقال من قبل الرأی(ارشاد الساری، ج۹، ص۱۲۶، تحت رقم الحدیث ۶۲۲۱، باب الحمد للعاطس)

[1] قال الالبانی: فی "الأدب المفرد "للبخاری (رقم الحدیث 926)......قلت: وهذا إسناد موقوف رجاله ثقات – کما قال الحافظ فی "الفتح - (600 /10)"، وإنما لم یصححه؛ لأن أبا إسحاق – وهو: السبیعی – کان اختلط . وشیبان – وهو: ابن عبد الرحمن أبو معاویة البصری – لم یذکر فی جملة من روی عنه قبل الاختلاط، ومن المقرر فی "المصطلح "أنه فی هذه الحالة یتوقف عن تصحیح روایته .وحینئذٍ فلا فائدة تذکر فی تعقیب الحافظ علیه بقوله: "ومثله لا یقال من قبل الرأی؛ فله حکم الرفع !" لأن هذا إنما یقال فیما صح، وإلا؛ فلا .وقد قلده فی ذلک الشیخ الجیلانی فی "شرح الأدب (384 /2) " !ثم إن الملاحظ أن هذا الموقوف أصح من المرفوع؛ فهو مخالف له فی المتن أیضاً، فإنه ذکر: (الأذن) ...مکان: (الخاصرة) (سلسلة الاحادیث الضعیفة الموضوعة، تحت رقم الحدیث ۲۱۳۹)

[2] عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ یُحِبُّ العُطَاسَ، وَیَکْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ، فَحَقٌّ عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ یُشَمِّتَهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ: فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ، فَلْیَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِذَا قَالَ: هَا، ضَحِکَ مِنْهُ الشَّیْطَانُ " (بخاری، رقم الحدیث ۶۲۲۳)

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک، اسٹیل، آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے

اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے، سیلنگ، بلائنڈز، وال پیپر، ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی

فون 5962705--5503080

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

☐......30/رمضان،7/14/21/اور28/شوال بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

☐......9/16/23/شوال اور یکم ذیقعدہ بروز اتوار حضرت مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے منعقد ہوتی رہیں، البتہ 23/شوال کو مفتی محمد یونس صاحب نے مدیر صاحب کی نیابت میں مجلس میں بیان کیا۔

☐......4/شوال، بروز منگل، حضرت مدیر صاحب بمع اہلِ خانہ، اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کے لیے جہلم تشریف لے گئے۔

☐......9/شوال، بروز اتوار سے ادارہ میں معمولات کا آغاز ہوا، اور تعلیمی شعبہ جات میں قدیم داخلوں کی تجدید کا سلسلہ شروع ہوا، جو ایک ہفتہ تک جاری رہا، ہفتہ 15/شوال سے حسبِ گنجائش جدید داخلے شروع ہوئے، یہ سلسلہ بھی ایک ہفتہ تک جاری رہا۔

☐......11/شوال/منگل، رفاہ یونیورسٹی فیصل آباد کے شعبہ علومِ اسلامیہ کے سربراہ جناب پروفیسر قاری محمد طاہر صاحب زید فضلہٗ (مدیر: ماہنامہ ''التجوید'' فیصل آباد) دارالافتاء میں تشریف لائے، مدیر صاحب کے ساتھ علمی مجلس رہی۔

☐......13/شوال بروز جمعرات مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب، اور سید عبدالنعیم ترمذی صاحب (بھتیجے مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ) دارالافتاء میں حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

☐......16/شوال، بروز اتوار، بعد مغرب حضرت مدیر صاحب جناب یوسف صاحب (نیو راحت کیفے) کے بہنوئی کی دوکان کے افتتاح کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے، اس کے بعد جناب ندیم خان صاحب کی نئی دوکان میں برکت کے لیے دعاء کروائی، یہاں سے فراغت کے بعد جناب یوسف صاحب کے چچا سسر صاحب کی عیادت کے لیے کلثوم ہسپتال تشریف لے گئے۔

☐......18/شوال، بروز منگل، بعد مغرب، مولانا ندیم عباسی صاحب (مہتمم: جامعہ نذیریہ، بھارہ کہو، اسلام آباد) کی دعوت پر حضرت مدیر صاحب نے جامعہ نذیریہ میں طلبہ سے سالِ نو کے تعلیمی افتتاح کے موقع پر خطاب کیا، مولانا طارق محمود صاحب اور مولانا محمد ریحان صاحب بھی ہمراہ تھے۔

Idara Ghufran

□......20/شوال، بروز جمعرات، صبح جناب پروفیسر سفیر الاسلام صاحب (فضائیہ کالج، راولپنڈی) ادارہ میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے علمی گفتگو ہوئی۔

□...... 23/شوال، اتوار (بمطابق 8جولائی) کو ادارہ کا سالانہ شورائی اجلاس ہوا، جس میں مقامی اور بیرونی اراکین شریک ہوئے، مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب دامت برکاتہم (جامعہ حقانیہ، ساہیوال) شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ امدادیہ، فیصل آباد) حسبِ سابق تشریف لائے، جناب عبدالغفار صاحب، جناب ابراہیم صاحب اور مولانا طارق محمود صاحب نے مالیاتی گوشوارے حسبِ سابق بڑی محنت سے تیار کیے تھے، وہ اجلاس میں پیش کیے گئے، جناب ابراہیم صاحب نے معزز اراکین کو مالیاتی گوشواروں اور آمد وخرچ کے حسابات پر بریف کیا، تعلیمی شعبوں، دارالافتاء، شعبہ نشر واشاعت، ماہنامہ التبلیغ، مسجد غفران اور تعمیرِ پاکستان سکول کی بھی پورے سال کی کارگزاری حسبِ سابق مرتبہ شکل میں اراکین کو فراہم کی گئی، اور اجلاس میں ملاحظہ کی گئی، معزز اراکین نے تحسین فرمائی، آراء وتجاویز دیں، بحمداللہ ادارہ مجموعی طور پر اپنے تمام شعبوں میں اپنے مقاصد کے حصول میں ترقی پذیر ہے، اس بات پر اراکین نے اطمینان ظاہر فرمایا ''اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ''(اجلاس ظہر تا عصر انعقاد پذیر ہوا)

□......25/شوال، بروز منگل، بعد ظہر، مولانا طارق محمود صاحب اور جناب ارشد صاحب، اجتماعی قربانی کے جانوروں کی نگہداشت کے لیے ڈیرہ تلاش کرنے فیض آباد، سوہان وغیرہ کے مضافات میں گئے، اسی سلسلہ میں 28شوال، جمعہ کے دن سہالہ، ترلائی وغیرہ بھی جانا ہوا، اس کے بعد 29شوال، بروز ہفتہ صبح کے وقت جناب شوکت مدنی صاحب کے ساتھ سرائے خربوزہ، اسلام آباد، اور بعد ظہر جناب ارشد صاحب کے ساتھ روات وغیرہ کی طرف بھی جانا ہوا۔

□......28/شوال، بروز جمعہ، بعد مغرب، حج وعمرہ تربیتی کورس کا افتتاح ہوا، پہلے دن بندہ محمد ناصر نے حج وعمرہ سے متعلق ابتدائی امور بیان کیے، اس کے بعد اگلے چار دنوں میں مفتی محمد امجد صاحب نے حج وعمرہ کے ارکان ومناسک کی تعلیم دی، منگل کے دن اختتام ہوا۔

□......یکم/ذیقعدہ بروز اتوار سے ادارہ میں اجتماعی قربانیوں کی بکنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، اس سال دو قسم کے حصے درجِ ذیل نرخوں کے مقرر کیے گئے ہیں:

ادنیٰ حصہ: 8500 روپے　　　عام حصہ: 11000 روپے

www.idaraghufran.org

□......4/ ذیقعدہ بروز بدھ دن دس تا بارہ بجے دارالافتاء میں ادارہ غفران کی ''المجلسُ الفقهی'' کی ماہانہ نشست منعقد ہوئی، تمام رفقائے دارالافتاء شریکِ مجلس تھے، علمی و تحقیقی رسائل کی جلدِ نہم و دہم کے مجوّزہ رسائل کو طے کیا گیا، کئی مسائل پر مدیر صاحب نے مجلس میں علمی و فقہی گفتگو کی، واضح رہے کہ علمی و تحقیقی رسائل کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جبکہ جلد ششم زیرِ طبع ہے، اور بعد کی متعدد جلدوں کی تالیف کا کام بحمداللہ روانی کے ساتھ جاری ہے۔

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

اصلاحِ اخلاق اور حفاظتِ زبان

قرآن وسنت کی روشنی میں حُسنِ اخلاق واصلاحِ اخلاق کے فضائل وفوائد، بدخلقی وبداخلاقی کے عذابات ونقصانات، حُسنِ اخلاق واصلاحِ اخلاق میں زبان کی اہمیت، زبان کے ذریعہ سے بداخلاقی وبدخلقی کی صورتیں، حفاظتِ زبان، اور آفاتِ زبان کی تفصیل وتشریح، آفاتِ زبان سے بچنے اور حفاظتِ زبان کے مسنون طریقے، قرآنی آیات، مستند احادیث اور معتبر تشریح وتوضیح کا جامع ومفید مجموعہ وذخیرہ، تزکیہ واصلاح کے موضوع پر ایک جامع، نافع وسہل کتاب

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

Awami Poultry

Hole sale center

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر

نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

اخبارِ عالم مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 14 / جون/ 2018ء/ 29 / رمضان المبارک/ 1439ھ: پاکستان: اسلام آباد، چاروں صوبوں میں نئے چیف سیکرٹری، آئی جی تعینات، نگران کابینہ نے منظوری دے دی ✍ سپریم کورٹ کے حکم پر موبائل کمپنیوں نے 100روپے کے کارڈ پر پورا بیلنس دینے کا اعلان کردیا ✍ 15 / جون : پاکستان: الیکشن 2018، پولنگ سٹیشنوں کے اندر باہر فوج تعینات کرنے کا فیصلہ، حساس پولنگ سٹیشنوں پر کیمرے بھی نصب کیے جائیں گے، سرکاری بھرتیوں پر بھی پابندی ختم، الیکشن کمیشن ✍ ڈالر 124.5روپے کی نئی بلند ترین سطح پر پہنچ گیا ✍ 16 / جون : پاکستان: ملک بھر میں عید الفطر آج منائی جائے گی، خیبر پختونخوا میں 2عیدیں منانے کی روایت برقرار ✍ 17 / جون : پاکستان: تعطیلاتِ اخبار ✍ 18 / جون : پاکستان: تعطیلاتِ اخبار ✍ 19 / جون: پاکستان: ووٹرز ڈیٹا لیک، چیئرمین نادرا سے وضاحت طلب، ذمہ داروں کے خلاف کاروائی کی جائے، الیکشن کمیشن ✍ 20 / جون: پاکستان: نگران وزیرِ اعظم کا بینک بیلنس 10 کروڑ، سنگاپور، برطانیہ میں جائیدادیں، وزرائے اعلیٰ کے اثاثوں کی تفصیلات بھی جاری ✍ 21/ جون : پاکستان: سندھ، پنجاب، بلوچستان: بیوروکریسی میں بڑے پیمانے پر اکھاڑ پچھاڑ، کئی سیکرٹری، کمشنرز اور پولیس افسران تبدیل ✍ 22 / جون : پاکستان: رجسٹرڈ ووٹرز 10 کروڑ، پنجاب میں کل رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 6 کروڑ، بلوچستان میں سب سے کم ووٹرز، اعدادوشمار جاری ✍ 23 / جون: پاکستان: سرحدی خلاف ورزیاں، پاک ایران حکام کا باہمی تعاون بڑھانے پر اتفاق ✍ 24 / جون: پاکستان: مقامی وسائل سے پہلا پاکستانی سیٹلائٹ تیار، آئندہ ماہ خلا میں بھیجا جائے گا ✍ 25 / جون: ترکی: اردوان کی تاریخی فتح، دوبارہ صدر منتخب، پارلیمانی انتخاب میں بھی واضح برتری ✍ 27 / جون : پاکستان: انتخابات میں فوج تعینات کرنے کی منظوری، عالمی مبصرین اور میڈیا کو پاکستان کی خودمختاری کا لازماً خیال رکھنا ہوگا، ضابطہ اخلاق جاری ✍ 28 / جون: پاکستان: قرضہ معافی کیس، 222افراد کو 3ماہ میں 75فیصد رقم جمع کرانے کا حکم، سپریم کورٹ ✍ 30 / جون: پاکستان: قومی ایئر لائن کا خسارہ 406ارب روپے کی ہوشربا حد تک پہنچ گیا، گزشتہ سال سے بیشتر جہاز گراؤنڈ ہوچکے ✍ یکم/ جولائی : پاکستان: پیٹرول 7.54روپے مہنگا ہوکر فی لٹر 99.50ہوگیا، ڈیزل کی قیمت میں

14روپے کا اضافہ،ٹول پلازوں پرٹیکس بڑھانے کا بھی فیصلہ ☜ 3/ جولائی : پاکستان:الیکشن 2018،قومی اسمبلی کی 342نشستوں پر 3ہزار 675امیدوار، الیکشن کمیشن ☜ 4/ جولائی : گوادر: راہداری کا پہلا مرحلہ رواں سال2018 میں مکمل ہوگا ☜ 5/ جولائی : پاکستان:اسلام آباد، چیف جسٹس کا ڈیموں کی تعمیر کے لیے دس لاکھ روپے کا عطیہ ☜ 6/ جولائی : پاکستان: ایگزیکٹ جعلی ڈگری کیس،شعیب شیخ سمیت 23ملزمان کو 7سال قید،13لاکھ جرمانے کی سزا ☜ 7/ جولائی: پاکستان:ایون فیلڈ ریفرنس،نوازشریف10،مریم نواز7، کیپٹن صفدرکو1 سال قید،سابق وزیرِاعظم کو80 بیٹی کو20لاکھ پاؤنڈ جرمانی،لندن فلیٹس ضبط کرنے کا حکم، آئندہ جمعہ لندن سے واپسی کا اعلان ☜ 8/ جولائی: پاکستان: پیٹرول کی قیمت میں 4.26روپے فی لٹرکمی،نوٹیفکیشن جاری ☜ 9/ جولائی : ترکی: اردوان آج حلف اٹھائینگے، صدر ممنون حسین بھی ترکی پہنچ گئے ☜ 10/ جولائی: پاکستان: پاکستان نے چینی راکٹ سے 2سیارے خلا میں بھیج دیے،صدرِمملکت،نگران وزیرِ اعظم کی مبارکباد ☜ 11/ جولائی : پاکستان: پشاور کارنر میٹنگ میں دھماکہ، اے این پی امیدوار ہارون بلور سمیت 21افراد جاں بحق،فضا سوگوار ☜ 13/ جولائی : پاکستان:منی لانڈرنگ کیس،سابق صدرزرداری کو الیکشن تک شاملِ تفتیش نہ کرنے کا حکم، نام ای سی ایل سے خارج ☜ 14/ جولائی: پاکستان: سابق وزیرِاعظم نوازشریف اورمریم پاکستان آمد، لاہورایئرپورٹ سے گرفتاری،اڈیالہ جیل پنڈی منتقلی ☜ مستونگ ریلی میں دھماکہ، سراج رئیسانی سمیت 128جاں بحق، بنوں: اکرم درانی کے قافلہ پر بھی بم حملہ، 5افراد جاں بحق ☜ 15/ جولائی : پاکستان: حج آپریشن شروع، 4پروازیں عازمین کو لے کر حجاز مقدس پہنچ گئیں ☜ 16/ جولائی : برطانیہ: ایئر ٹیٹو شو ، پاک فضائیہ کے ہرکولیس C-130 کی دوسری پوزیشن ☜ 17/ جولائی: پاکستان: ڈالرکی اونچی اڑان،128.75روپے کا ہوگیا، بیرونی قرضوں میں 600ارب کا اضافہ ☜ 18/ جولائی: پاکستان:ایون ریفرنس فیلڈ کیس کے خلاف شریف فیملی کی اپیلیں جولائی کے آخر تک ملتوی ☜ 19/ جولائی: پاکستان: وفاقی کابینہ اجلاس، سابق وزیرِاعظم نوازشریف کا ٹرائل کھلی عدالت میں کرنے کی منظوری ☜ 20/ جولائی : پاکستان:منی بجٹ لانے پر غور،تجارتی خسارہ ایک سال میں 26ارب سے بڑھ کر 31ارب ڈالر ہوگیا، تمام درآمدات پر ایک فیصد کسٹم یا1550اشیاء پر ریگولرڈیوٹی

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ:تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو،اُس میں افضل چیز حجامہ ہے،یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے(ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفا ہے

ان بیماریوں کا بہترین علاج

جسم کا درد | ڈپریشن | ہائی بلڈ پریشر | عرق النساء | بواسیر

موٹاپا | گھنٹیا | یرقان | دردِ شقیقہ | بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ | یورک ایسڈ | معدہ | شوگر | جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا | کولیسٹرول

اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبر NE-786،ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر4،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہر یار صاحب

فیز8،بحریہ ٹاؤن،راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِ انتظام

عمران رشید،ڈھوک فرمان علی،راولپنڈی ۔فون 0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking, Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTO LINK
The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

Idara Ghufran

پاکستان میں پہلی بار100% تازہ زیتون

فطرت سے ہم آہنگ

Olive Fresh Olive

Olive Fresh Extra Virgin Olive Oil

بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں کے پیک شدہ زیتون کے مقابلہ میں تازہ زیتون

Olive Fresh Olive پاکستان میں پہلی کمپنی ہے، جس کے پاس تازترین زیتون کو نمکین پانی (Brine) میں محفوظ کرنے کی مکمل مہارت اور تجربہ موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی وہی زبردست قدرت ذائقہ اور اشتہا انگیز مہک برقرار رہتی ہے، جو ایک تازہ زیتون کی خاصیت ہے۔

پاکستان میں پہلی مرتبہ Olive Fresh اپنی جدید ترین پیکنگ، ٹیکنالوجی اور تیز ترین ذرائع نقل وحمل کی بدولت ایسے زیتون فروخت کے لئے پیش کررہا ہے، جنہیں کسی ''پاسچرائزیشن'' (Pasteurisation) اور ''اسٹریلائزیشن'' (Sterilisation) کی ضرورت نہیں، آپ کسی مصنوعی عمل اور گھٹیا معیار کے تیل کے بجائے قدرت کے بہترین ذائقوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

Olive Fresh کے ساتھ Extra Virgin Olive Oil سے ہی لطف اٹھائیں، جو کہ زیتون کے پھل کا قدرتی جز ہے، اور اس کی قیمت بھی وہی ہے، جو دیگر بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں میں پیک کئے گئے زیتون کی ہے۔

مزید انتظار مت کیجئے، اور Olive Fresh کی قدرتی تازگی سے بھرپور لطف اٹھائیں۔

D-111.(old NW193)

Haidhary Chowk Satellite Town Rawalpindi

0300-5114231--0310-5114231--051-4842085

مدیر: باباجی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

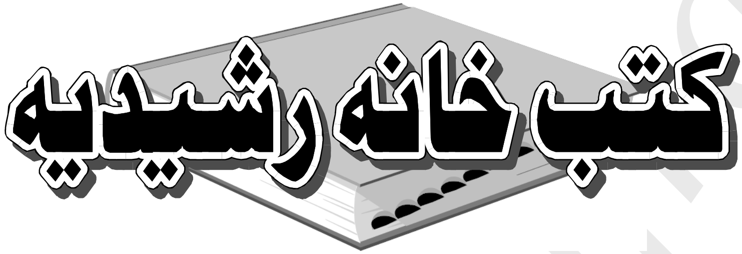

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دارالعلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 051-5771798 0321-5879002